لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى

النور

جماعتہائے احمدیہ امریکہ

HAZRAT MIRZA GHULAM AHMAD, THE PROMISED MESSIAH AND MAHDI

THE AHMADIYYA GAZETTE IS PUBLISHED BY **THE AHMADIYYA MOVEMENT IN ISLAM, Inc,** AT THE LOCAL ADDRESS 31 Sycamore St., Box 226, Chauncey, OH 45719. **PERIODICALS POSTAGE PAID AT CHAUNCEY, OHIO 45719.**
Postmaster: Send address changes to:
THE AHMADIYYA GAZETTE
P. O. BOX 226
CHAUNCEY, OH 45719

لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى

النور

جماعتہائے احمدیہ امریکہ

مارچ ۲۰۰۰ء — امان ۱۳۷۹ ہش

فہرست مضامین

۱۔ هُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَلَوْکَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ۔ (صف : ۱۰)

(اللہ) وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اس دین کو تمام ادیانِ (باطلہ) پر غالب کر دے اگرچہ مُشرک ناپسند کریں۔

تفسیر قرطبی میں ہے :" ذٰلِکَ اِذَا نَزَلَ عِیْسٰی لَمْ یَکُنْ فِی الْاَرْضِ دِیْنٌ اِلَّا الْاِسْلَامُ۔" (قرطبی جلد ۱۸ صفحہ ۸۶)
کہ دینِ حق کا غلبہ حضرت مسیح کے نزول کے وقت ہوگا اور اس زمانے میں ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ اسلام کے سوا اور کوئی مذہب دُنیا میں نہیں ہوگا۔

پھر تفسیر قمی میں آیت کی تشریح یوں کی گئی ہے :۔ وَهُوَ الْاِمَامُ الَّذِیْ یُظْهِرُهُ اللّٰهُ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ فَیَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا کَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا وَهٰذَا مِمَّا ذَکَرْنَا اِنَّ تَاْوِیْلَهٗ بَعْدَ تَنْزِیْلِهٖ۔" (تفسیر قمی جلد ۲ صفحہ ۳۱۷)
کہ دینِ حق کا تمام ادیان پر غلبہ امام آخر الزمان کے ذریعہ ہوگا پس وہ زمین کو عدل و انصاف سے معمور کر دے گا جبکہ اس سے پہلے وہ ظلم وستم سے بھری ہوگی اور شریعتِ حقہ کے نفاذ کی یہ حقیقت اس کے نزول کے بعد ہی عملی جامہ پہنے گی۔

۲۔ وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ (جمعہ : ۴)

اور ان میں سے ایک گروہ آخرین کا ہے جو ابھی ان سے ملا نہیں ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے۔
تفسیر قرطبی میں اِس آیت کی تشریح میں امام بخاری و مسلم کی یہ حدیث درج ہے جس کا ترجمہ یہ ہے :۔
حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ سورۃ جمعہ نازل ہوئی۔ جب آپؐ نے تلاوت فرمائی " وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ " تو ایک آدمی نے حضورؐ سے دریافت کیا حضور! یہ کون لوگ ہیں ؟ اور یہ دو تین دفعہ سوال دہرایا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم میں حضرت سلمان فارسی بھی تشریف رکھتے تھے پس آپؐ نے حضرت سلمان فارسی پر اپنا دستِ مبارک رکھا اور ارشاد فرمایا لَوْکَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَالَهٗ رِجَالٌ مِّنْ هٰٓؤُلَآءِ کہ اگر ایمان ثریا پر بھی اُٹھ گیا تب بھی ابناءِ فارس میں سے اسے ضرور واپس لائیں گے۔ (تفسیر قرطبی جلد ۱۸ صفحہ ۹۳)
بعض روایات میں رَجُلٌ مِّنْ فَارِسٍ آیا ہے۔

حضورؐ کی خدمت میں سوال یہ کیا گیا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ حضورؐ نے جواب میں ایک مامور کی بعثت کا ارشاد فرمایا اور اُوپر والی آیت سے وہ عقدہ بھی حل ہوگیا کہ وہ امام آخر الزمان ہے :۔

احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ علامہ عبدالغفور صاحب اپنی کتاب النجم الثاقب میں امام مہدی کے بارہ میں یہ حدیث نقل فرماتے ہیں :۔

"عَنْ حُذَیْفَۃَ بْنِ یَمَانٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا مَضَتْ اَلْفٌ وَمِائَتَانِ وَاَرْبَعُوْنَ سَنَۃً یَبْعَثُ اللّٰہُ الْمَھْدِیَّ۔" (النجم الثاقب جلد ۲ صفحہ ۲۰۹)

حذیفہ بن یمان سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب ۱۲۴۰ھ گذر جائے گا تو اللہ تعالیٰ امام مہدی کو مبعوث فرمائے گا۔

۲۔ دارقطنی میں امام مہدی کے ظہور کی نشانی کے بارہ میں یہ حدیث درج ہے :۔

"اِنَّ لِمَھْدِیِّنَا اٰیَتَیْنِ لَمْ تَکُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ یَنْکَسِفُ الْقَمَرُ لِاَوَّلِ لَیْلَۃٍ مِنْ رَمَضَانَ وَتَنْکَسِفُ الشَّمْسُ فِی النِّصْفِ مِنْہُ۔" (دارقطنی جلد اول صفحہ ۱۸۸)

ہمارے مہدی کی دو نشانیاں ہیں جب سے زمین و آسمان کی تخلیق ہوئی وہ کسی کے لئے ظاہر نہیں ہوئیں کہ رمضان میں چاند گرہن اپنے گرہن والی راتوں میں سے پہلی رات اور سورج گرہن اپنی تواریخ میں سے درمیانی دن واقع ہوگا۔

سو یہ پیشگوئی واقعتاً مشرقی ممالک میں ۱۳ رمضان ۱۳۱۱ھ کو چاند گرہن اور ۲۸ رمضان ۱۳۱۱ھ کو سورج گرہن کے وقوع سے پوری ہوئی۔

حضرت غلام فرید چاچڑاں شریف رحؒ[1] لکھتے ہیں :۔

"ہرگاہ خسوفِ قمر و کسوفِ شمس بتاریخ ششم از ماہ اپریل ۱۸۹۴ء ہژدہ صد و نود و چہار عیسوی واقع شدہ است و آں بتاریخ سیزدہم رمضان کہ اول شب از شبہائے خسوف است بوقوع آمدہ و کسوف درمیانہ روز از روز ہا کسوفِ شمس واقع گشتہ است۔" (اشاراتِ فریدی جلد سوم صفحہ ۷۲)

کہ چونکہ ماہِ اپریل ۱۸۹۴ء کی چھٹی تاریخ کو خسوف قمر اور کسوفِ شمس واقع ہوگیا ہے اور یہ مطابق ۱۳ رمضان ہے کہ جو چاند گرہن کی راتوں سے پہلی رات ہے واقع ہوا اور سورج گرہن اپنی گرہن والی راتوں میں سے درمیانی رات واقع ہوا۔

---

[1] حضرت بابا غلام فرید چاچڑاں شریف رحؒ ایک متبحر عالم اور سجادہ نشین تھے۔ بہاولپور کے علاقہ میں ان کے مریدوں کی کثرت ہے۔ انہوں نے اپنے زمانہ میں حضرت اقدس کی صداقت کا اقرار کیا تھا ؎

ارشادات عالیہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

عورتیں یہ نہ سمجھیں کہ ان پر کسی قسم کا ظلم کیا گیا ہے کیونکہ مرد پر بھی اس کے بہت سے حقوق رکھے گئے ہیں بلکہ عورتوں کو گویا بالکل کرسی پر بٹھا دیا ہے اور مرد کو کہا ہے کہ ان کی خبر گیری کر۔ اس کا تمام کپڑا کھانا اور تمام ضروریات مرد کے ذمہ ہیں۔

دیکھو کہ موچی ایک جوتی میں بددیانتی سے کچھ کا کچھ بھر دیتا ہے صرف اس لئے اس سے کچھ بچ رہے تو جورو بچوں کا پیٹ پالوں۔ سپاہی لڑائی میں سر کٹاتے ہیں صرف اس لئے کہ کسی طرح جورو بچوں کا گذارہ ہو۔ بڑے بڑے عہدیدار رشوت کے الزام میں پکڑے ہوئے دیکھے جاتے ہیں۔ وہ کیا ہوتا ہے؟ عورتوں کے لئے ہوتا ہے۔ عورت کہتی ہے کہ مجھ کو زیور چاہئے کپڑا چاہئے۔ مجبوراً بیچارے کو کرنا پڑتا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ایسی طرزوں سے رزق کمانا منع فرمایا ہے۔

یہاں تک عورتوں کے حقوق ہیں کہ جب مرد کو کہا گیا ہے کہ ان کو طلاق دو۔ تو مہر کے علاوہ ان کو کچھ اور بھی دو۔ کیونکہ اس وقت تمہاری ہمیشہ کے لئے اس سے جدائی لازم ہوتی ہے۔ پس لازم ہے کہ ان کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 30)

ہر ایک عورت کو چاہئے کہ ہر وقت اپنے خاوند اور اس کے والدین کی خدمت میں لگی رہے اور دیکھو کہ عورت جو کہ اپنے خاوند کی خدمت کرتی ہے تو اس کا کچھ بدلہ بھی پاتی ہے۔ اگر وہ اس کی خدمت کرتی ہے تو وہ اس کی پرورش کرتا ہے مگر والدین تو اپنے بچہ سے کچھ نہیں لیتے وہ تو اس کے پیدا ہونے سے لے کر اس کی جوانی تک اس کی خبر گیری کرتے ہیں اور بلا کسی اجر کے اس کی خدمت کرتے ہیں اور جب وہ جوان ہوتا ہے تو اس کا بیاہ کرتے اور اس کی آئندہ بہبودی کے لئے تجاویز سوچتے اور اس پر عمل کرتے ہیں اور پھر جب وہ کسی کام پر لگتا ہے اور اپنا بوجھ آپ اٹھانے اور آئندہ زمانے کے لئے کسی کام کرنے کے قابل ہو جاتا ہے تو کس خیال سے اس کی بیوی اس کو اپنے ماں باپ سے جدا کرنا چاہتی ہے یا کسی ذرا سی بات پر سب و شتم پر اتر آتی ہے اور یہ ایک ایسا ناپسند فعل ہے جس کو خدا تعالیٰ اور مخلوق دونو ناپسند کرتے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے انسان پر دو ذمہ داریاں مقرر کی ہیں۔ ایک حقوق اللہ اور ایک حقوق العباد۔ پھر اس کے دو حصے کئے ہیں یعنی اول تو ماں باپ کی اطاعت اور فرماں برداری اور پھر دوسری مخلوق الٰہی کی بہبودی کا خیال۔ اور اسی طرح ایک عورت پر اپنے ماں باپ اور خاوند اور ساس سسر کی خدمت اور اطاعت۔ پس کیا بدقسمت ہے جو ان لوگوں کی خدمت نہ کر کے حقوق عباد اور حقوق اللہ دونو کی بجا آوری سے منہ موڑتی ہے۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 180)

ارشادات عالیہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

عورتوں کے حقوق کی جیسی حفاظت (دین) نے کی ہے ویسی کسی دوسرے مذہب نے قطعاً نہیں کی۔ مختصر الفاظ میں فرمادیا ہے (-) کہ جیسے مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں ویسے ہی عورتوں کے مردوں پر ہیں۔ بعض لوگوں کا حال سنا جاتا ہے کہ ان بیچاریوں کو پاؤں کی جوتی کی طرح جانتے ہیں اور ذلیل ترین خدمات ان سے لیتے ہیں۔ گالیاں دیتے ہیں۔ حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور پردہ کے حکم ایسے ناجائز طریق سے برتتے ہیں کہ ان کو زندہ درگور کر دیتے ہیں۔

چاہئے کہ بیویوں سے خاوند کا ایسا تعلق ہو جیسے دو سچے اور حقیقی دوستوں کا ہوتا ہے۔ انسان کے اخلاق فاضلہ اور خدا تعالیٰ سے تعلق کی پہلی گواہ تو یہی عورتیں ہوتی ہیں۔ اگر ان ہی سے اس کے تعلقات اچھے نہیں ہیں تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ سے صلح ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (-) تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل کے لئے اچھا ہے۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 300-301)

جس نے عورت کو صالحہ بنانا ہو وہ خود صالح بنے۔ ہماری جماعت کے لئے ضروری ہے کہ اپنی پرہیز گاری کے لئے عورتوں کو پرہیز گاری سکھاویں ورنہ وہ گنہگار ہوں گے اور جبکہ اس کی عورت سامنے ہو کر بتلا سکتی ہے کہ تجھ میں فلاں فلاں عیب ہیں تو پھر عورت خدا سے کیا ڈرے گی۔ جب تقویٰ نہ ہو تو ایسی حالت میں اولاد بھی پلید پیدا ہوتی ہے۔ اولاد کا طیب ہونا تو طیبات کا سلسلہ چاہتا ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو پھر اولاد خراب ہوتی ہے۔ اس لئے چاہئے کہ سب توبہ کریں اور عورتوں کو اپنا اچھا نمونہ دکھلاویں۔ عورت خاوند کی جاسوس ہوتی ہے وہ اپنی بدیاں اس سے پوشیدہ نہیں رکھ سکتا۔ نیز عورتیں چھپی ہوئی دانا ہوتی ہیں۔ یہ نہ خیال کرنا چاہئے کہ وہ احمق ہیں وہ اندر ہی اندر تمہارے سب اثروں کو حاصل کرتی ہیں۔ جب خاوند سیدھے رستہ پر ہو گا تو وہ اس سے بھی ڈرے گی اور خدا سے بھی۔ ایسا نمونہ دکھانا چاہئے کہ عورت کا یہ مذہب ہو جاوے کہ میرے خاوند جیسا اور کوئی نیک بھی دنیا میں نہیں ہے اور وہ یہ اعتقاد کرے کہ یہ باریک سے باریک نیکی کی رعایت کرنے والا ہے۔ جب عورت کا یہ اعتقاد ہو جاوے گا تو ممکن نہیں کہ وہ خود نیکی سے باہر رہے۔ سب انبیاء اولیاء کی عورتیں نیک تھیں اس لئے کہ ان پر نیک اثر پڑتے تھے۔ جب مرد بدکار اور فاسق ہوتے ہیں تو ان کی عورتیں بھی ویسی ہی ہوتی ہیں۔ ایک چور کی بیوی کو یہ خیال کب ہو سکتا ہے کہ میں تہجد پڑھوں۔ خاوند تو چوری کرنے جاتا ہے تو کیا وہ پیچھے تہجد پڑھتی ہے؟ (-) اسی لئے کہا ہے کہ عورتیں خاوندوں سے متاثر ہوتی ہیں۔ جس حد تک خاوند صلاحیت اور تقویٰ بڑھاوے گا کچھ حصہ اس سے عورتیں ضرور لیں گی۔ ویسے ہی اگر وہ بدمعاش ہو گا تو بدمعاشی سے وہ حصہ لیں گی۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 163-164)

سب سے زیادہ اجر اس خرچ پر ملتا ھے جو کوئی شخص اپنے اھل و عیال پر کرے

بیوی کی راز کی باتیں دوستوں کی محفل میں بتانا ایک گندی حرکت ہے

عورتیں خاوندوں کی ناشکری نہ کریں تو یہ معمولی سی نیکی ان کو جہنم کی آگ سے بچالے گی

کوئی عورت پوری طرح نیک نہیں ہوسکتی جب تک وہ اپنے خاوند کی فرمانبردار نہ ہو

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کے خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 28 جنوری 2000ء بمقام بیت الفضل لندن کا خلاصہ

(خطبے کا یہ خلاصہ ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ھے)

لندن-28 جنوری 2000ء - سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج یہاں بیت الفضل میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے عورتوں کے مردوں پر حقوق بیان فرمائے- حضور ایدہ اللہ کا خطبہ ایم ٹی اے نے بیت الفضل سے لائیو ٹیلی کاسٹ کیا اور ساتھ کئی زبانوں میں رواں ترجمہ بھی نشر کیا گیا-

حضور ایدہ اللہ نے حقوق کے بیان میں متعدد احادیث نبویہ بیان فرمائیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عورت خاوند کے گھر کی نگران ہے اس سے اسکی رعیت کے بارے میں یعنی بچوں کے بارے میں پوچھا جائے گا- ایک حدیث کے حوالے سے حضور ایدہ اللہ نے فرمایا اگر اللہ کی محبت میں ایک خاوند بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالے تو پیار کے اظہار کے علاوہ اسے ثواب بھی ملے گا- ایک حدیث میں ہے کہ سب سے زیادہ اجر اس خرچ پر ملتا ہے جو کوئی شخص اپنے اہل و عیال پر کرتا ہے- حدیث میں ہے کہ کوئی عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر نفلی روزے نہ رکھے نہ اس کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر آنے دے- حضور ایدہ اللہ نے فرمایا فرض روزوں میں خاوند دخل نہیں دے سکتا- حدیث ہے کہ جو عورت اس حالت میں فوت ہو کہ اسکا خاوند اس سے خوش ہو تو وہ جنت میں جائے گی- ایک حدیث میں ہے کہ جب کوئی مرد اپنی عورت کو بلائے تو وہ چلی آئے خواہ تنور پر ہی کھڑی ہو- یعنی بے شک روٹی جل جائے- ایک حدیث ہے کہ جب کوئی عورت پنج وقتہ نماز ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے اپنی عصمت کی حفاظت کرے اور خاوند کی فرمانبردار ہو تو جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے- حضور نے فرمایا یہ محاوراتی انداز بیان ہے یہ مطلب نہیں کہ فی الحقیقت جنت کے باہر گیٹ لگے ہوئے ہیں ایک حدیث کے حوالے سے حضور ایدہ اللہ نے فرمایا بیوی کی راز کی باتیں دوستوں کی محفل میں بتانا ایک گندی حرکت ہے- حدیث ہے جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ایک کی طرف مائل ہو تو قیامت کے دن وہ اس طرح اٹھے گا کہ اس کا نصف دھڑ ٹیڑھا ہوگا- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں ازواج مطہرات کا گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے- گھر میں اہل خانہ کی خدمت میں لگے رہتے- حضور نے فرمایا عورتوں کو ایک معمولی نیکی جہنم کی آگ سے بچالے گی کہ وہ اپنے خاوندوں کی ناشکری نہ کریں- حضور نے فرمایا اگر نیکی اور تقویٰ کی خاطر باپ کہے تو بیٹے کو اپنی بیوی کو طلاق دے دینی چاہئے- لیکن اس کے علاوہ کسی معاملے میں طلاق میں جلدی نہ کرے-

حضور ایدہ اللہ نے حضرت مسیح موعود کے ارشادات بیان کرتے ہوئے فرمایا انسان کو چاہئے کہ عورتوں کے دل میں یہ بات جمادے کہ دین کے خلاف کوئی بات قابل قبول نہ ہوگی- لیکن میں ایسا بھی ظالم نہ ہوں گا کہ بیوی کی کوئی غلطی معاف نہ کروں- حضرت مسیح موعود نے فرمایا عورتوں کی عبادت کا ایک حصہ خاوند کی فرمانبرداری بھی ہے- کوئی عورت پوری طرح نیک نہیں ہوسکتی جب تک خاوند کی پوری فرمانبرداری نہ کرے- اور پس پشت اسکی خیر خواہی نہ بجالائے- اگر مرد عورت کو پہاڑ بھی سونے کا دے تو طلاق کی صورت میں واپس نہ لے-

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا مرد کو عورت پر اس لئے حکومت دی گئی ہے کہ فطری طور پر مرد کو مضبوط قویٰ دیئے گئے ہیں مغرب والے بھی عورتوں اور مردوں کی کھیلیں الگ الگ کرواتے ہیں- حضرت اماں جان سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ نے اپنی صاحبزادی حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کو نصائح کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنے شوہر سے چھپا کر کوئی کام نہ کرو- جب وہ غصے میں بول رہا ہو تو اسے نہ روکو بعد میں نرمی سے سمجھاؤ-

بچوں سے عزت سے پیش آؤ اور ان کی اچھی تربیت کرو

اچھی تربیت سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ تحفہ نہیں جو باپ اپنی اولاد کو دے سکتا ہے

اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو اور پھر دس سال کی عمر تک انہیں سختی سے اس پر کاربند کرو

(احادیث نبویہ اور ارشادات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالہ سے بچوں کے حقوق کا تذکرہ)

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۱۱/ فروری ۲۰۰۰ء)

لندن (۱۱ر فروری): سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج خطبہ جمعہ مسجد فضل لندن میں ارشاد فرمایا۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور ایدہ اللہ نے سورۃ سبا کی آیت نمبر ۳۸ کی تلاوت کی اور اس کے ترجمہ کے بعد فرمایا کہ خطبات میں حقوق کے مضامین کا جو سلسلہ چل رہا ہے اس سلسلہ میں یہ بھی ایک کڑی ہے اور اس کا تعلق زیادہ تر بچوں کے حقوق سے ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے مختلف احادیث نبویہ اور ارشادات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے حوالہ سے اس موضوع کے مختلف پہلوؤں کو نمایاں کرتے ہوئے ضروری نصائح فرمائیں۔

حضور ایدہ اللہ نے بتایا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ بچوں سے عزت سے پیش آؤ اور ان کی اچھی تربیت کرو۔ حضور نے فرمایا کہ جو لوگ اپنے بچوں سے شروع سے ہی عزت سے پیش آتے ہیں ان کے بچے بڑے ہو کر ان کی بھی عزت کرتے ہیں اور باہر دوسروں سے بھی عزت سے پیش آتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اچھی تربیت سے بڑھ کر کوئی بہترین اور اعلیٰ تحفہ نہیں جو باپ اپنی اولاد کو دے سکتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو۔ پھر دس سال کی عمر تک انہیں سختی سے اس پر کاربند کرو ورنہ ان کے بستر الگ الگ بچھاؤ۔ حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ نماز تو انسانی زندگی کی جان ہے۔ یہ اسلام کا سب سے بڑا تحفہ ہے جو انسانوں کو پیش کیا گیا ہے۔ اس کی عادت ڈالنے کے لئے بھی بچپن سے تربیت کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس کا طریق آنحضرت ﷺ نے یہ سکھایا کہ سات سال کی عمر سے نماز پڑھانی شروع کرو۔ محبت و پیار سے اسے سکھاؤ۔ حضور انور نے فرمایا کہ دراصل جو ماں باپ نمازیں پڑھنے کے عادی ہوں ان کے سات سال سے چھوٹی عمر کے بچے بھی ساتھ کھڑے ہو کر نمازیں پڑھنے لگتے ہیں۔ مگر وہ نماز نہیں محض نقل ہے جو اچھی نقل ہے۔ جب وہ سات سال کی عمر کو پہنچ جائے تو پھر اسے اچھی طرح نماز کی تربیت دو۔ اگر بچہ دس سال تک پیار و محبت سے سیکھتا رہے تو دس اور بارہ سال کے درمیان مناسب سرزنش و سختی بے شک کرو۔ جب بارہ سال کی عمر کو پہنچ جائے تو پھر اس پر کسی سختی کی اجازت نہیں۔

حضور ایدہ اللہ نے ایک اور حدیث کے حوالہ سے بتایا کہ بچے کا ماں باپ پر یہ حق ہے کہ اسے کھانے کے آداب بھی سکھائے جائیں۔ وہ بسم اللہ پڑھ کر کھائے اور اپنے سامنے سے کھائے۔

حضور نے فرمایا کہ اپنے بچوں پر پیار آئے تو دوسرے بچوں پر بھی پیار آنا چاہئے۔ بچہ معصوم خود پیار چاہتا ہے۔ آنحضرتؐ اپنے بچوں کو بھی پیار دیتے تھے اور دوسرے بچوں کو بھی پیار دیتے تھے۔ ایک دفعہ ایک آدمی آنحضرت ﷺ کے پاس آیا۔ اس کے ساتھ ایک چھوٹا بچہ تھا۔ وہ اسے اپنے ساتھ چمٹانے لگا۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا کیا تم اس سے رحم کا سلوک کرتے ہو۔ اس نے اثبات میں جواب دیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تجھ پر اس سے بہت زیادہ رحم فرمائے گا جتنا تو اس پر کرتا ہے اور وہ خدا اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْن ہے۔

حضور نے فرمایا کہ آنحضرتؐ کی بیٹی حضرت فاطمہؓ جب کبھی آنحضورؐ کو ملنے آتیں تو حضور اکرمؐ کھڑے ہو جاتے، ان کے ہاتھ کو چومتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے۔

اسی طرح حدیث میں ہے کہ اولاد کی اچھی تربیت کرنا صدقہ دینے سے بہتر ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ اچھی تربیت والی اولاد سے صدقات کا لامتناہی سلسلہ نسلاً بعد نسلٍ چل نکلتا ہے۔ اگر ایک صدقہ دے دو تو وہ تو وہیں رک جائے گا مگر اولاد کی اچھی تربیت کریں گے تو وہ تمہارے لئے صدقہ جاریہ ہوگی۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ آج کل لوگ اپنے بچوں کی بدتربیت یا ان کی تربیت سے غافل رہنے کی وجہ سے روحانی لحاظ سے عملاً انہیں زندہ درگور کر دیا کرتے ہیں۔

فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ تمہارا بیوہ یا مطلقہ بیٹیوں کی ضرورت کا خیال رکھنا بہترین صدقہ ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ بعض لوگ اپنی بچیوں کی کمائی پر بیٹھے رہتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ ان کی زندگی خراب ہو رہی ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات بھی پڑھ کر سنائے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ خود نیک بنو اور اپنی اولاد کے لئے ایک عمدہ نمونہ نیکی اور تقویٰ کا ہو جاؤ اور اس کو متقی اور دیندار بنانے کے لئے سعی اور دعا کرو۔ آپ کا ارشاد ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں ہے جس میں میں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لئے دعا نہیں کرتا۔ ہدایت اور تربیت حقیقی خدا تعالیٰ کا فعل ہے۔ سخت پیچھا کرنا اور ایک امر پر اصرار کو حد سے گزار دینا یعنی بات بات پر بچوں کو روکنا اور ٹوکنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا ہم ہی ہدایت کے مالک ہیں۔ یہ ایک قسم کا شرک خفی ہے۔ اس سے ہماری جماعت کو پرہیز کرنا چاہئے۔

دکھ دور کرنے کا نسخہ

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت کا خیال رکھتا ہے اللہ اس کی ضرورت کا خیال رکھتا ہے۔ اور جو شخص کسی کی تکلیف اور بے چینی اس دنیا میں دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کی تکلیف اور بے چینی اس سے دور کر دے گا۔

(بخاری کتاب المظالم باب لا یظلم المسلم المسلم)

خاص دعائیں

امسال حسب سابق رمضان المبارک کے اختتام پر حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اجتماعی دعا کرائی تھی جو تمام دنیا میں سٹلائٹ ٹرانسمشن کے ذریعہ LIVEدکھائی گئی۔اس بابرکت مجلس میں حضور اقدس نے مختلف دعائیں پڑھیں تھیں۔احباب جماعت کے استفادہ کے لئے حضور نے جو دعائیں پڑھی تھیں ان میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعودؑ کی چند دعائیں النور/گزٹ میں شائع کی جارہی ہیں تا احباب جماعت ان دعاؤں کو یاد کر کے مختلف مواقع پر پڑھ سکیں۔اللہ تعالیٰ یہ دعائیں قبول فرمائے۔آمین

(مرزا مظفر احمد۔امیر جماعت احمدیہ امریکہ)

آنحضرت صَلیَ اللہ علیہ وسلم کی دعائیں

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِي يُبَلِّغُنِي حُبَّكَ اللَّهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي وَأَهْلِي وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ.

(ترمذی، کتاب الدعوات)

اے میرے اللہ!مَیں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں۔اور اُن لوگوں کی محبت جو تجھ سے پیار کرتے ہیں۔اوراس کام کی محبت جو مجھے تیری محبت تک پہنچادے۔اے میرے خدا!ایسا کر کہ تیری محبت مجھے اپنی جان،اپنے اہل و عیال اور ٹھنڈے شیریں پانی سے بھی زیادہ پیاری اور اچھی لگے۔

يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ

(ترمذی أبواب الدعوات)

اے دلوں کو پھیرنے والے!میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدَى وَالتُّقَى وَالْعَفَافَ وَالْغِنَى.

(مسلم، کتاب الذکر، باب التعوذ من شرّ ما عمل)

اے اللہ!مَیں تجھ سے ہدایت، تقویٰ،عفت اور غِنیٰ مانگتا ہوں۔

اللَّهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا وَفِي بَصَرِي نُورًا وَفِي سَمْعِي نُورًا وَعَنْ يَمِينِي نُورًا وَعَنْ يَسَارِي نُورًا وَفَوْقِي نُورًا وَتَحْتِي نُورًا وَأَمَامِي نُورًا وَخَلْفِي نُورًا وَاجْعَلْ لِي نُورًا.

(صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب الدعاء إذا انتبه بالليل)

اے اللہ!تو میرے دل میں نور پیدا فرمادے۔میری آنکھوں میں نور پیدا فرمادے۔اور میرے کانوں میں نور پیدا فرمادے۔میرے دائیں، بائیں،اوپر اور نیچے اور آگے اور پیچھے نور پیدا فرمادے۔اور مجھے نورِ مجسم بنادے۔

اللَّهُمَّ أَنْجِزْ لِي مَا وَعَدْتَنِي اللَّهُمَّ آتِنِي مَا وَعَدْتَنِي اللَّهُمَّ إِنْ تُهْلِكْ هَذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ أَهْلِ الإِسْلَامِ لا تُعْبَدُ فِي الأَرْضِ.

(ترمذی، کتاب التفسیر، تفسیر سورة الأنفال)

اے اللہ!تُو اپنے وعدے کو جو تُو نے مجھ سے فرمایا میرے لئے پورا کردے۔اے خدا!جو تُو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے وہ مجھے دیدے۔اے اللہ!اگر تُو اہلِ اسلام کی اس جماعت کو ھلاک کردے تو زمین میں تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔

سیّدالاستغفار

اللّٰھُمَّ اَنتَ رَبِّی لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ، خَلَقْتَنِی، وَ اَنَا عَبْدُكَ وَ اَنَا عَلٰی عَھْدِكَ وَ وَعْدِكَ مَا اسْتَطَعتُ، اَعُوذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، اَبُوءُ لَكَ بِنِعمَتِكَ عَلَیَّ وَ اَبُوءُ بِذَنْبِی، فَاغْفِرلِی فَاِنَّهُ لَا یَغْفِرُالذُّنُوبَ اِلَّا اَنْتَ۔

اے اللہ! تُو میرا ربّ ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تُو نے مجھے پیدا کیا ہے اور مَیں تیرا بندہ ہوں۔ مَیں تیرے عہد اور وعدہ پر قائم ہوں جتنی کہ مجھ میں استطاعت ہے۔ مَیں اپنے عملوں کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اپنے اوپر تیری نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا (بھی) اعتراف کرتا ہوں۔ مجھے بخش دے۔ تیرے سوا گناہوں کو کوئی بخشنے والا نہیں۔

اللّٰهُمَّ أحسِنْ عَاقِبَتَنَا فِي الأُمُورِ كُلِّهَا، وَأجِرنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيا وعَذابِ الآخرَة.

(الجامع الصغير للسيوطي، الجزء الأول صفحة ٢٦ مطبوعه دار الفكر)

اے اللہ! تمام امور میں ہمارے انجام کو حسین بنادے اور دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے ہمیں بچالے۔

اللّٰهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِعِزَّتِكَ لا إِلَهَ إِلاَّ أَنْتَ أَنْ تُضِلَّنِي أَنْتَ الْحَيُّ الَّذِي لاَ يَمُوتُ وَالْجِنُّ وَالإِنْسُ يَمُوتُونَ.

(مسلم كتاب الذكر باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر ما لم يعمل)

اے اللہ! مَیں تیری فرمانبرداری کرتا ہوں، تجھ پر ایمان لاتا ہوں، تجھ پر توکّل کرتا ہوں، تیری طرف جھکتا ہوں، تیری مدد سے دشمن کا مقابلہ کرتا ہوں۔ اے میرے اللہ! مَیں تیری عزت کی پناہ چاہتا ہوں۔ تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ تُو مجھے گمراہی سے بچا۔ تُو زندہ ہے۔ تیرے سوا کسی کو بقا نہیں، جن و انس سب کے لئے فنا مقدر ہے۔

اللّٰهُمَّ اغْفِر لِي ذَنْبِي، ووسِّعْ لِي فِي دَارِي، وبَارِكْ لِي فِي رِزْقِي.

(الجامع الصغير للسيوطي، الجزء الأول صفحة ٢١٨ مطبوعه دار الفكر بيروت)

اے اللہ! میرے گناہ مجھے بخش دے اور میرے گھر کو میرے لئے وسیع کردے اور میرے لئے میرے رزق میں برکت ڈال دے۔

اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَالْهَرَمِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ.

(صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب التعوذ من فتنة المحيا والممات)

اے اللہ! مَیں بے بسی، سستی، بزدلی اور (تھکا دینے والے) بڑھاپے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اے خدا! مَیں تجھ سے زندگی اور موت کے فتنے سے بچنے کے لئے پناہ مانگتا ہوں۔

لا إله إلاّ الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيءٍ قدير آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الأَحْزَابَ وَحْدَهُ.

(بخاري، كتاب الدعوات، باب الدعاء إذا أراد سفراً أو رجع)

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ بادشاہت اسی کو زیبا ہے اور تمام تعریفوں کا وہی مستحق ہے۔ ہم اپنے ربّ کی طرف لوٹنے والے ہیں اور اسی سے توبہ کی التجا کرتے ہیں۔ ہم اس کی عبادت کرتے ہیں اور اپنے ربّ کی حمد کے گیت گاتے ہیں۔ اللہ نے اپنے وعدہ کو پورا کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد کی اور تمام لشکروں کو اکیلے ہی شکست دیدی۔

اللّٰهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لاَ إِلَهَ إِلاَّ أَنْتَ.

(صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب الدعاء إذا انتبه بالليل)

اے اللہ! مَیں اپنا آپ تیرے سپرد کرتا ہوں۔ تجھ پر توکّل کرتا ہوں اور تجھ پر ایمان لاتا ہوں۔ تیری طرف جھکتا ہوں اور تیری مدد کے ساتھ مدّمقابل سے بحث کرتا ہوں اور تیرے ہی حضور اپنا مقدمہ پیش کرتا ہوں۔ تُو مجھے میرے اگلے پچھلے، اعلانیہ پوشیدہ سب گناہ بخش دے۔ تُو ہی مقدِم اور مؤخّر ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

اللّٰهُمّ إنّي أعُوذُ بِكَ من قَلْبٍ لاَ يَخْشَعُ، وَمِنْ دُعَاءٍ لاَ يُسمَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لاَ تَشْبَعُ، وَمِنْ عِلْمٍ لاَ يَنْفَعُ، أعُوذُ بِكَ من هؤُلاءِ الأربَعِ.

(الجامع الصغير للسيوطي، الجزء الأول، صفحة ۲۱۷ مطبوعة دار الفكر بيروت)

اے اللہ! مَیں تجھ سے ایسے دل سے پناہ مانگتا ہوں جس میں عاجزی اور انکساری نہیں اور ایسی دعا سے پناہ مانگتا ہوں جو مقبول نہ ہو۔ اور ایسے نفس سے جو کبھی سیر نہ ہو اور ایسے علم سے جو کوئی فائدہ نہ دے۔ مَیں ان چاروں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

اللّٰهُمّ أعُوذُ بِكَ أنْ أَضِلّ أوْ أُضَلّ أوْ أَزِلّ أوْ أُزَلّ أوْ أَظْلِمَ أوْ أُظْلَمَ أوْ أَجْهَلَ أوْ يُجْهَلَ عَلَيّ.

(أبو داؤد، كتاب الأدب باب ما يقول الرحل إذا خرج من بيته)

اے اللہ! مَیں تیری پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ لوگوں کو گمراہ کروں یا گمراہ کیا جاؤں۔ لغزش کھاؤں یا دوسروں کی طرف سے کسی لغزش کا شکار ہوں۔ یا ظلم کرنے والا بنوں یا ظلم کا نشانہ بنوں۔ یا جہالت کا کوئی کام کروں یا میرے خلاف لوگ جہالت کا ارتکاب کریں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعائیں

رَبِّ فَرِّقْ بَیْنَ صَادِقٍ وَّ کَاذِبٍ

اے میرے خدا! صادق اور کاذب میں فرق کر کے دکھلا۔

(تیس مئی، انیس سوچھ)

رَبِّ اَرِنِیْ اَنْوَارَكَ الْکُلِّیَّةَ

اے میرے رب! مجھے اپنے تمام انوار دکھا۔

(سات جون۔ انیس سوچھ)

رَبِّ احْفَظْنِیْ فَاِنَّ الْقَوْمَ یَتَّخِذُوْنَنِیْ سُخْرَةً

اے میرے رب! میری حفاظت کر۔ کیونکہ قوم نے تو مجھے ٹھٹھے کی جگہ ٹھہرا لیا۔

(بائیس نومبر انیس سوچھ)

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ مِّنَ السَّمَآءِ. رَبِّ لاَ تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ. رَبِّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ. رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ.

اے میرے ربّ! مغفرت فرما اور آسمان سے رحم کر۔ اے میرے ربّ! مجھے اکیلا مت چھوڑ اور تُو خیر الوارثین ہے۔ اے میرے ربّ! امّت محمدیہ کی اصلاح کر۔ اے ہمارے ربّ! ہم میں اور ہماری قوم میں سچا فیصلہ کر دے۔ اور تُو سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے۔

(تذکرہ، مارچ اٹھارہ سو بیاسی)

نُصرتِ الٰہی کی دُعائیں

الٰہی میرے سلسلے کو ترقی ہو۔ اور تیری نصرت اور تائید اس کے شاملِ حال ہو۔ (تذکرہ صـ۵۰)

رَبِّ اجْعَلْنِیْ غَالِبًا عَلٰی غَیْرِیْ (تذکرہ صـ۱۳)

اے میرے رب العزت مجھے غیر پر غالب کر دے۔

رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ (تذکرہ صـ۱۲)

اے میرے رب العزت میں مغلوب ہوں تو میرے دشمن سے انتقام لے۔

رَبِّ اِنِّیْ مَظْلُوْمٌ فَانْتَصِرْ (تذکرہ صـ۲۸۳)

اے رب العزت مجھ پر ظلم کیا گیا ہے تو انتقام لے۔

اللہ کو پانے کی دعا

" اے میرے قادر خدا ! اے میرے پیارے رہنما تو ہمیں وہ راہ دکھا۔ جس سے تجھے پاتے ہیں اہل صدق و صفا۔ اور ہمیں ان راہوں سے بچا جس کا مدعا صرف شہوات ہیں۔ یا کینہ یا بُغض یا دنیا کی حرص و ہوا۔"

(پیغام صلح صا)

پاک ہونے کی دُعائیں

(۱) رَبِّ اَذْهِبْ عَنِّی الرِّجْسَ وَ

اے میرے رب العزت مجھ سے ناپاکی کو دُور رکھ اور

طَهِّرْنِیْ تَطْهِیْرًا (تذکرہ ص۲۹)

مجھے ایسا پاک کردے جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے۔

(۲) رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ (تذکرہ ص۲۶)

اے میرے رب العزت میرا صدق ظاہر کردے۔

(۳) رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُبَارَكًا حَیْثُ مَا كُنْتُ (تذکرہ ص۱۰۳)

اے میرے رب العزت مجھے ایسا مبارک کر کہ جس جگہ میں بود و باش اختیار کروں تیری برکت میرے ساتھ ہو۔

گناہوں سے نجات کی دعا

۱۔ " سب سے عمدہ دعا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضامندی اور گناہوں سے نجات حاصل ہو کیونکہ گناہوں ہی سے دل سخت ہو جاتا ہے اور انسان دنیا کا کیڑا بن جاتا ہے۔ ہماری دعا یہ ہونی چاہیئے کہ خدا تعالیٰ ہم سے گناہوں کو جو دل کو سخت کر دیتے ہیں دُور کر دے اور اپنی رضامندی کی راہ دکھلائے۔" (ملفوظات جلد ۷ ص۳۹)

۲۔ " یاالٰہی ! میں تیرا گنہگار بندہ ہوں اور افتادہ ہوں، میری راہنمائی کر۔" (ملفوظات جلد ۷ ص۲۲۶)

۳۔ " ہم تیرے گنہگار بندے ہیں اور نفس غالب ہے۔ تو ہم کو معاف فرما اور آخرت کی آفتوں سے ہم کو بچا۔" (بدر جلد ۲ نمبر ۳۰)

۴۔ " میں گنہگار ہوں اور کمزور ہوں۔ تیری دستگیری اور فضل کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا تو آپ رحم فرما اور مجھے گناہوں سے پاک کر کیونکہ تیرے فضل و کرم کے سوا کوئی اور نہیں جو مجھے پاک کرے۔"

(بدر جلد ۳ نمبر ۴۱)

"رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِيْ وَانْصُرْنِيْ وَارْحَمْنِيْ"۔

اے میرے ربّ! ہر ایک چیز تیری خدمت گذار ہے۔ اے میرے ربّ! پس مجھے محفوظ رکھ اور میری مدد فرما اور مجھ پر رحم فرما۔

(چھ دسمبر انیس سو دو)

"اے میرے قادر خدا! اے میرے پیارے رہنما! تو ہمیں وہ راہ دکھا جس سے تجھے پاتے ہیں اہل صدق و صفا۔ اور ہمیں ان راہوں سے بچا جن کا مدعا صرف شہوات ہیں یا کینہ یا بُغض یا دنیا کی حرص وہوا"۔

(پیغام صلح۔ صفحہ ایک۔ تصنیف انیس سو آٹھ)

"اے ربّ العالمین! مَیں تیرے احسانوں کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔ تُو نہایت ہی رحیم و کریم ہے۔ تیرے بے غایت مجھ پر احسان ہیں۔ میرے گناہ بخش تا میں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ میرے دل میں اپنی خاص محبت ڈال تا مجھے زندگی حاصل ہو اور میری پردہ پوشی فرما اور مجھ سے ایسے عمل کرا جن سے تو راضی ہو جائے۔ میں تیرے وجہ کریم کے ساتھ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب مجھ پر وارد ہو۔ رحم فرما اور دنیا و آخرت کی بلاؤں سے مجھے بچا کہ ہر ایک فضل و کرم تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ آمین ثم آمین"۔

(الحکم، بتاریخ اکیس فروری اٹھارہ سو اٹھانوے)

"اے میرے محسن اور میرے خدا! میں ایک تیرا ناکارہ بندہ پر معصیت اور پر غفلت ہوں۔ تو نے مجھ سے ظلم پر ظلم دیکھا اور انعام پر انعام کیا اور گناہ پر گناہ دیکھا اور احسان پر احسان کیا۔ تو نے ہمیشہ میری پردہ پوشی کی اور اپنی بے شمار نعمتوں سے مجھے متمتع کیا۔ سو اب بھی مجھ نالائق اور پر گناہ پر رحم کر اور میری بے باکی اور ناسپاسی کو معاف فرما اور مجھ کو میرے اس غم سے نجات بخش کہ بجز تیرے چارہ گر کوئی نہیں۔ آمین ثم آمین"۔

(از مکتوبات بنام حضرت خلیفہ اوّلؓ صفحہ تین)

محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مورخ احمدیت

عالم روحانی کے لعل وجواہر

صداقت کے ایک چمکدار نشان کا ظہور سرزمین گوجرہ میں

حضرت ماسٹر محمد علی خان صاحب ایک عرصہ تک اسلامیہ مڈل سکول چک نمبر 333 گوگیرہ برانچ (ضلع فیصل آباد) میں ہیڈ ماسٹر رہے اور اپنے تعلیمی و تدریسی فرائض پوری دیانتداری اور فرض شناسی سے انجام دیتے رہے۔ اس زمانہ کا واقعہ ہے کہ آپ نے سٹاف کے ایک شخص کرم الٰہی مولوی فاضل کو حضرت مسیح موعود کی بعض کتب مطالعہ کے لئے دیں جو اس نے نذر آتش کر دیں پھر سکول ٹائم میں آپ کے ایک آرڈر پر بدیں وجہ دستخط کرنے سے صاف انکار کر دیا کہ یہ ہیڈ ماسٹر احمدی اور انگریزی خواں ہونے کے باعث ہے مزید برآں حضرت اقدس کی شان مبارک میں گستاخانہ کلمات کہے اور ایسی مغلظ بدزبانی کی کہ آپ کا قلب و جگر پاش پاش ہو گیا آپ اس اندوہگیں سانحہ کا تذکرہ کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:۔

"میں نے اللہ تعالیٰ سے انصاف چاہا اور اسے بہت کچھ سمجھانے کی سعی کی کہ مجھے جتنی گالیاں دینا پسند کرتے ہو دے لو۔ مگر اس برگزیدۂ خدا پر گندہ دہانی مت کرو۔ مگر اس نے ذرا بھی خدائے قہار و جبار سے خوف نہ کیا۔ مجبوراً میں نے سکول کمیٹی میں اس بات کی رپورٹ کر دی۔ اراکین سکول کمیٹی نے اسے انتظام سکول میں خلل اندازی سے روکا۔ اس نے ان کو یقین دلانا چاہا کہ یہ احمدیہ ہیڈ ماسٹر محض انگریزی خواں ہے۔ اور عربی فارسی وغیرہ امور سے مطلق نابلد ہے اراکین سکول کمیٹی بڑے معاملہ فہم اور منصف مزاج تھے باوجودیکہ وہ غیر احمدی تھے۔ مگر میرے کام کے مداح تھے۔ انہوں نے پانچ دینی مسائل کے تحریری امتحان کا مقابلہ ہم دونوں میں رکھ دیا۔

میں نے ان کے سامنے ہی گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے وقفہ میں انیس بیس صفحہ لکھ کر پیش کر دیئے۔

وہ شام تک لائبریری سکول سے مدد لینے کے باوجود محض چار صفحے ایسے مکروہ خط میں لکھ سکا کہ مسائل کے حل کا سر و پیر ندارد۔

میری رپورٹ پر سکول کمیٹی اس کے خلاف ہو کر اسے موقوف کرنے پر مجبور ہو گئی۔ اسی اثناء میں اس نے سکول کمیٹی سے براہ راست دس دن کی رخصت طلب کی۔ جنہوں نے درخواست رخصت بذریعہ ہیڈ ماسٹر بھیجنے کو کہا۔ لہٰذا وہ میرے پاس آیا اور رو پڑا۔ کہ رخصت ضروری ہے۔ کیونکہ میرا حقیقی بھائی کہیں دور جگہ پر قریب المرگ ہے۔ اور وہاں اس کا جانا اشد ضروری ہے میں نے اسی وقت اس کی رخصت منظور کر لی اور وہ چلا گیا۔

اب خدا کی قدرت کا تماشا دیکھئے کہ اس کا اپنے بھائی کی بیماری کا بہانہ محض جھوٹ تھا۔ اور کسی جگہ سے اس نے ایک عورت کو نکال کر لانا تھا۔ وہاں سے وہ ایک جوان لڑکی بھگا لایا۔ مگر اس کے پیچھے ہی پیچھے سراغرساں بمعہ پولیس اس گاؤں میں پہنچ گئے۔

بعد از رخصت وہ سکول حاضر ہی ہوا تھا کہ بیٹھتے ہی سکول کمیٹی کی طرف سے ڈسمس آرڈر (حکم برخاستگی) اسے دیا گیا اور نہایت ذلت سے سکول سے نکالا گیا۔

وہ باہر نکلا ہی تھا کہ اسے معلوم ہوا کہ پولیس اس کی تلاش میں ہے۔ لہٰذا بغیر گھر گئے وہ جنگل کی طرف بھاگا۔ مگر گاؤں کے بعض غیر تمند زمینداروں کے وہ قابو آ گیا۔ جن کو اس بات کا بے حد رنج تھا۔ کہ باوجود مولوی فاضل اور ہمارا پیش امام و خطیب ہونے کے اس نے ہماری نمازیں وغیرہ ہی خراب نہیں کیں۔ بلکہ ہمارے گاؤں کی بدنامی کا بھی موجب ہوا ہے لہٰذا اس کو اتنا مارا کہ بے ہوش ہو گیا۔ آخر اسے کہا گیا کہ بہتر ہے کہ گاؤں چھوڑ کر کہیں بھاگ جاؤ۔ ورنہ بجائے پولیس میں گرفتار کرانے کے ہم خود تمہیں ہلاک کر دیں گے۔

وہ اُفتاں و خیزاں وہاں سے ایسا رفوچکر ہوا کہ نہ ہی اپنے گاؤں کبھی آج تک آیا۔ اور نہ اس کی بابت آج تک معلوم ہوا ہے۔ کہ وہ کہاں ہے"

(الحکم 28۔ جنوری 1935ء صفحہ 5)

ظہر میں دشمن اور عصر کے وقت حلقہ غلامی میں

حضرت چوہدری محمد علی خاں صاحب اشرف ہیڈ ماسٹر بیرام پور (وفات 16۔ جون 1970ء) کے قلم سے ایک انقلاب آفریں واقعہ جو حضرت مسیح موعود کے وعظ و تلقین اور قوت جاذبہ کا اعجاز تھا اور حاضرین مجلس کے ایمانوں میں غیر معمولی اضافہ کا موجب ہوا۔ حضرت اشرف فرماتے ہیں:۔

"ایک دفعہ نماز ظہر کے وقت حضرت اقدس بیت مبارک کے متصل ایک صحن میں حلقہ احباب میں تشریف فرما تھے کہ ایک کٹر مخالف نوجوان دنیاوی آرائش میں پرفیکٹ جنٹلمین حلقہ کے اردگرد نہایت متنفرانہ اور متکبرانہ انداز سے منہ ہی میں گا رہا تھا دھیمی آواز سے۔ حضرت اقدس کے خلاف بے ہودہ کلمات گنگناتا ہوا منڈلاتا پھرتا تھا جسے ہم حضرت کے پاس ادب کی وجہ سے کچھ نہ کہہ سکتے تھے۔ وہ اپنا

کام برابر کئے جاتا تھا۔

مگر خدا کی قدرت کے قربان جایئے بوقت عصر بطیّب خاطر اپنی خوشی سے بیعت کر رہا تھا"

(الحکم 28۔ جنوری 1935ء)

مقدمہ کرم دین کا ابتدائی فیصلہ اور عالم رؤیاء میں قبل از وقت انکشاف

حضرت ماسٹر چوہدری محمد علی خان صاحب موصوف کی چشمدید شہادت ہے کہ

"مقدمہ کرم دین کی آخری پیشی پر تاریخ فیصلہ سے ایک دن قبل آپ نے بوقت نماز عصر حضرت حکیم الامتہ اور حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب امروہوی اور دیگر احباب سے جن میں یہ خاکسار بھی شامل تھا فرمایا کہ ہم نے رؤیاء دیکھی ہے کہ ہم سفید گھوڑے پر سوار باہر سے گھر کو آرہے ہیں (مغموم) اور ہمارے گھر والے یہ الفاظ کہہ رہے ہیں کہ ہمارا نقصان ہوگیا ہے (غالباً روپوں کا) تو میں نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں۔ میں تو سلامت آگیا ہوں۔

اس رؤیا کی تعبیر آپ نے یہ فرمائی کہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ منصف (جو بے حد متعصب آریہ ہے اور آپ کے خلاف فیصلہ دینے پر تُلا ہوا ہے) ہمیں جرمانہ وغیرہ کی سزا دے گا۔ اور دوسری قسم کی سزا نہ دے سکے گا۔ بالآخر عدالت عدلیہ سے ہم بری ثابت ہوں گے۔ اور اس کی شرارتوں سے ہم بچ کر سلامت رہیں گے۔

چنانچہ دوسرے دن یہی وقعہ پیش آیا کہ منصف نے آپ کے خلاف جرمانہ کا حکم سنایا۔ جو **اسی وقت ادا کیا گیا۔**

آہ! وہ وقت بھی جماعت پر کیسا بھاری تھا۔ کہ کچہری کے چاروں طرف پولیس ہی پولیس ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لئے مقرر کی گئی تھی۔ گویا منصف کو بھی سخت اندیشہ تھا کہ فیصلہ سناتے وقت ممکن ہے کہ کوئی فتنہ ظہور میں آئے۔

مگر حضرت نے ذرا گھبراہٹ ظاہر نہیں کی۔ اور ہشاش بشاش عدالت سے باہر تشریف لا کر جائے قیام کی طرف روانہ ہو پڑے۔ اور فیصلہ اسی طرح ہوا جس طرح حضور نے ایک دن ماقبل فرمایا تھا۔ اور اپیل کرنے پر جرمانہ بھی معاف ہوگیا۔ جرمانہ کی معافی کے ساتھ منصف کے خلاف بھی حاکم اعلیٰ نے ایسے الفاظ استعمال کئے جن سے اس کی بے حد نالائقی ثابت ہوتی تھی۔ آخر اس کو عہدہ سے معزول کیا گیا۔ جس سے اس کی بے حد بے عزتی ہوئی خدا کے پہلوانوں پر ہاتھ ڈالنا خود ہلاک ہونا ہے۔"

(الحکم 28۔ جنوری 35ء)

دنیا کی بے ثباتی پر دائمی نظر

حضرت حافظ محمد ابراہیم امام بیت دارالفضل قادیان دارالامان کی روایت ہے کہ

"جن دنوں بیت الدعا بنایا گیا اور اس کی تکمیل ہوگئی تو عام لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ مکانوں کو دیکھتے اور خوش ہوتے ہیں۔ مگر حضور نے گرمی کے موسم میں رات کو بیت مبارک کے اوپر بیٹھے ہوئے بیت الدعا کی طرف دیکھا اور فرمایا:۔

"یہ مکان ہی رہ جائیں گے ہماری تو ہڈیاں بھی نہ رہیں گی"

(الحکم 14۔ دسمبر 34ء)

عزت وہ جو آسمان پر ہو

"حضرت مسیح موعود گورداسپور میں تھے ایک دن آپ کے سامنے ذکر آگیا کہ یہ مجسٹریٹ آپ کو کرسی نہیں دیتا اور پہلے حکام (جس قدر بھی مقدمات میں حضور جاتے رہے ہیں) سب کرسی دیتے رہے ہیں۔ اس کے متعلق ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر کو عرض کی جائے...... حضور سن کر فرمانے لگے:۔

"عزت وہ ہوتی ہے جو آسمان پر ہو۔ کیا ہماری عزت بالشت کی لکڑی پر آ گئی ہے۔ ایسی درخواست کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تکالیف و مصائب ہمارا حصہ ہے"

(الحکم 14۔ دسمبر 34ء)

مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا
مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوان یار

تقویٰ اختیار کرو

حضرت سید عزیز الرحمٰن صاحب بریلوی کے قلم سے ایک حقیقت افروز واقعہ کا بیان:۔

"ایک دفعہ میرے تایا زاد بھائی سید فیروز شاہ صاحب قادیان آئے وہ قاری بھی تھے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود کو قرآن شریف سنایا۔ آپ سن کر بہت خوش ہوئے۔ پھر انہوں نے عرض کی کہ حضور میں چاہتا ہوں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھ لوں۔ آپ نے فرمایا:۔

"ہر مومن کی یہ دلی خواہش ہوتی ہے اور ہر دل میں یہ خواہش ہونی چاہئے مگر کفار مکہ تو دن رات دیکھتے رہتے تھے انہوں نے کیا فائدہ اٹھایا جو آپ اٹھالیں گے؟۔ تقویٰ اختیار کرو اور تبدیلی بھی پیدا کرو

خدا سب کچھ دکھادے گا"

(الحکم 14۔ دسمبر 1934ء صفحہ 5)

پگڑی کی دھجی پھاڑ کر پٹی باندھنے کا اعزاز

حضرت مولانا عبید اللہ بسمل صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت صاحب کے ساتھ اکثر باہر سیر کو میں جایا کرتا تھا اور اکثر رفقاء ساتھ ہوتے تھے۔ ایک روز حضرت کے پاؤں میں ایک جوتی تھی۔ جس کی ایڑی بیٹھی ہوئی تھی۔ اور پنڈلی پر ٹخنے کے قریب دھجی لپٹی ہوئی تھی۔ دراصل کوئی پھنسی تھی۔ جس پر حضور نے پھاہا لگایا ہوا تھا۔ راستے میں اس کا بندھن کھل گیا۔ اور وہ لٹکتی اور زمین پر گھسٹتی ہوئی دور تک چلی گئی۔ میں دیکھتا تھا۔ لیکن مجھ کو جرات نہیں ہوتی تھی۔ کہ میں عرض کروں کہ پٹی کھل گئی ہے۔ حضور قیام فرمائیں تو میں باندھ دوں۔ لیکن جب دور تک یہی حالت رہی تو میرا دل بے تاب ہوگیا۔ میں نے جرأت کرکے عرض کیا۔ کہ حضرت کی پٹی کھل گئی ہے۔ اگر اجازت ہو تو میں باندھ دوں۔ اس وقت حضرت ایستادہ ہو گئے۔ جب میں نے پٹی کو ہاتھ لگایا تو وہ نہایت گرد آلود تھی۔ میں نے اس کو الگ کر دیا۔ جیب میں ہاتھ ڈالا تو رومال نہیں تھا۔

میں نے سر کے عمامہ کے شملہ سے جھٹ دھجی پھاڑی۔ اور حضرت کے پائے مبارک کو باندھی۔ حضرت نے اس وقت دیکھ کر میرے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔

لیکن زبان سے کچھ نہیں فرمایا۔ اور اسی طرح سے باتیں کرتے ہوئے تشریف لے گئے۔

(الحکم 7 مئی 39ء)

شاہی خیمہ کے مقابل خیمہ کا حشر اور ایک جلالی نشان

حضرت چوہدری غلام محمد صاحب امیر پوہلہ مہاران ضلع سیالکوٹ (متوفی 31 دسمبر 1960ء) کے قلم سے جلسہ سالانہ 1906ء کے ایک واقعہ کا پرکیف تذکرہ۔

جلسہ سالانہ 1906ء کا ذکر ہے۔ کہ نماز جمعہ کا خطبہ ہو رہا تھا۔ جگہ بالکل پُر تھی۔ سب سے آخر میں میں لوئی بچھا کر بیٹھا تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود اور میر حامد شاہ صاحب مرحوم بھی آکر تشریف فرما ہوئے۔ جب نماز شروع ہوئی تو آپ کو ایک ہندو نے شدید گالیاں دینی شروع کیں۔ اس ہندو کا مکان بیت اقصیٰ کی بڑی سیڑھیوں سے جنوب مغرب کی طرف تھا۔ وہ نہایت غلیظ گالیاں نکال رہا تھا۔

اور نامناسب الفاظ کہے کہ یہ لوگوں کو بلا کر لاتا ہے۔ میرے مکان پر سے گزرتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہوئے میرے دل میں بڑی گھبراہٹ تھی۔ خیال کر رہا تھا۔ کہ نماز کے بعد خدا جانے اس کا کیا حشر ہوگا۔ آپ ضرور اس کو سزا دیں گے۔ اور رسوائی کریں گے۔ مگر میں حیران رہ گیا۔ کہ حضور نے اس کو کچھ نہ کہا۔ اور گھر کو چلے گئے۔ تھوڑے وقفہ کے بعد حد بندی کرنے کے لئے حضور نے تار لگانے والے کو بھیجا۔ حد بندی کرنے کے بعد حضور نے آکر تقریر فرمائی۔ اور کہا۔ کہ میں آج بہت خوش ہوں۔ کہ میری جماعت نے نہایت صبر کا نمونہ دکھایا ہے۔ اور اسی سال حضور نے "قادیان کے آریہ اور ہم" مشہور نظم لکھی۔ ہاں ایک بات بھول گیا۔ وہ یہ کہ جب وہ ہندو گالیاں دے چکا تو حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے حضرت مسیح موعود سے عرض کی کہ حضور! بہتر ہو۔ کہ اس مکان کو خرید لیں۔ تو حضور نے فرمایا۔

کہ میں تو اس کو ایک پیسہ میں بھی نہیں خریدتا۔ جو شاہی خیمہ کے پاس آکر خیمہ لگاتا ہے۔ اس کی شامت آئی ہوئی ہے۔"

(الحکم 7۔ نومبر 1938ء صفحہ 3)

یہ وسیع وعریض اور عالی شان مکان پنڈت شنکر داس کا تھا اور بیت مبارک اور دار مسیح کے قرب میں ہونے کے باعث بہت سے احمدی بزرگوں کو اس کی تعمیر پر سخت تشویش لاحق تھی۔

مگر رب ذوالجلال کا کرشمہ قدرت ملاحظہ ہو کہ اس کے مکین نہایت ذلت و رسوائی سے راہی ملکِ عدم ہوئے اور بالآخر یہ عمارت سچ مچ شاہی کیمپ کا ایک حصہ بن گئی جہاں صدر انجمن احمدیہ قادیان کے بیشتر دفاتر منتقل کر دیئے گئے جس کا افتتاح 30۔ اپریل 1932ء کو حضرت مصلح موعود نے اپنے دستِ مبارک سے فرمایا۔

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

حضرت مسیح موعود کا شیریں اندازِ تکلم

حضرت سید عبدالستار شاہ صاحب کابلی المشہور بزرگ صاحب شہزادہ حضرت سید عبداللطیف کے خاص شاگردوں میں سے تھے جو قادیان کے مہمان خانہ کے شمال مشرقی کونہ کی کوٹھڑی میں عمر بھر گوشہ نشین رہے۔ آپ کا تمام وقت قرآن شریف کے درس و تدریس اور عبادت و ریاضت میں گذرتا تھا انہوں نے قادیان میں اپنی زندگی اس طرح گذاری جیسے ایک مسافر کسی سرائے میں ٹھہرا ہوا ہو۔ آپ صاحب کشف و رؤیا اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔

17۔ اکتوبر 1932ء کو آپ کا قادیان میں انتقال ہوا تو حضرت مصلح موعود ڈلہوزی میں قیام فرما تھے۔ آپ کو عالم رؤیاء میں خبر دی گئی کہ قادیان میں ایک شخص ایسا فوت ہوا ہے جس کی وفات سے آسمان و زمین ہل گئے ہیں۔

(الفضل 10۔ جنوری 1933ء صفحہ 4)

حضرت مولوی صاحب نے ایک بار بعض ایمان افروز روایات ذکر حبیب کی ایک مجلس میں بیان فرمائیں جو الحکم 7۔ مارچ 1935ء کی اشاعت میں صفحہ 6 کی زینت ہیں۔ آپ نے

بتایا:-

"میں حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں کم و بیش پانچ دفعہ قادیان آیا- اور پھر واپس افغانستان چلا گیا پہلی اور دوسری دفعہ میں جب قادیان آیا تو چند یوم رہ کر واپس افغانستان میں چلا گیا- اس وقت مجھے اردو زبان قطعاً نہیں آتی تھی- میں جب حضور سے گفتگو کرتا فارسی میں کرتا تھا- حضور کا طرز کلام بہت شیریں تھا- اور حضور جب کسی کو مخاطب فرماتے تو آپ کہہ کر فرماتے تھے- گفتگو کے دوران میں مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضور مجھ سے یوں گفتگو فرما رہے ہیں جیسے کسی مدتوں کے بچھڑے ہوئے دوست سے گفتگو فرما رہے ہیں"

(الحکم 7- مارچ 35ء)

معارف قرآنی کے انکشاف میں مسیح موعود کی شاگردی

میں جب تیسری مرتبہ قادیان آیا تو اس وقت میں تقریباً چھ ماہ یہاں رہا- میں اس وقت یہاں قرآن کریم پڑھنا چاہتا تھا- مگر مجھے اردو زبان آتی نہ تھی- لوگوں کی رائے میرے متعلق یہ تھی کہ یہ ایک پہاڑی آدمی ہے میں جب اپنے خیال کا لوگوں پر اظہار کرتا- تو وہ مجھے کہتے کہ کیا قرآن کریم لفظی طور پر پڑھنا چاہتے ہو- تو میں کہتا کہ نہیں ترجمہ-

ایک دفعہ حضرت خلیفہ اول سے بھی اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ آپ اگر قرآن کریم پڑھنا چاہتے ہیں تو میرے درس میں آیا کرو- مگر میں نے جواب میں عرض کیا کہ میں اردو زبان نہیں جانتا- آخر میں نے یہ تجویز کی کہ بہتر ہے کہ جب موقع ملا کرے حضرت مسیح موعود سے قرآن کے معارف پوچھ لیا کروں- اگرچہ لوگ مجھے بے ادب کہیں گے مگر وہ یہ خیال کرکے کہ یہ پہاڑی آدمی ہے خاموش ہو رہیں گے-

یہ فیصلہ کرکے میں حضرت مسیح موعود سے معارف قرآنی پوچھنے لگا- لیکن کچھ عرصہ کے بعد خود بخود ہی حضرت مسیح موعود کا رعب میرے دل پر بیٹھ گیا مگر ایک اور بات پیدا ہو گئی کہ جب کوئی مشکل آیت حل طلب میرے سامنے آتی تو

حضرت مسیح موعود کی شکل دیکھتے ہی وہ مشکل حل ہو جاتی اور مجھے پوچھنے کی ضرورت نہ رہتی-

گویا کہ یہ حضور کے روحانی فیضان کا اثر تھا- کہ خود بخود برکات سماوی نازل ہونے لگتے- اور معارف قرآنی سمجھ میں آنے لگتے تھے-"

(الحکم 7- مارچ 35ء)

بیماری میں آپ سے اللہ تعالیٰ کا معاملہ

بعض دفعہ حضور صبح کے وقت بیمار ہوتے تھے تو خدام حضور کی عیادت کے لئے جاتے تھے- شام کو جب افاقہ ہوتا تو حضور سیر کے لئے تشریف لے آتے اس وقت ہم دیکھتے کہ

حضور کے چہرے پر گلاب کے پھول کی طرح تازگی ہوتی اور بیماری کا نام و نشان نہ ہوتا-" (الحکم 7- مارچ 35ء)

دکھ دینے والے سے لوگ ہمیشہ نفرت کرتے ہیں

بچھو سے لوگوں نے پوچھا کہ تو جاڑے میں باہر کیوں نہیں نکلتا- اس نے جواب دیا کہ گرمیوں میں میری کون سی عزت ہوتی ہے کہ جاڑے (سردیوں) میں بھی باہر نکلوں-

(حکایات سعدی)

مغفرت خداوندی پہاڑوں سے بھی بڑھ کر ہے

حضرت حکیم احمد دین صاحب ساکن سیؤ کی تحصیل حافظ آباد حضرت اقدس مسیح موعود کے دست مبارک پر بیعت کے بعد زار و قطار رو پڑے اور عرض کیا کہ میری ستر سال کی ساری عمر گناہوں میں گذری ہے کیا میرے لئے بھی بخشش کی صورت ہو جائے گی حضور نے فرمایا جو شخص سچے دل سے میرے ہاتھ پر توبہ کر لیتا ہے خواہ وہ کیسے بھی ہوں خدا تعالیٰ انہیں بخش دیتا ہے حکیم صاحب نے دوبارہ یہی عرض کیا حضرت اقدس نے بھی دوبارہ فرمایا ہاں سچے دل سے توبہ کرنے سے بڑے بڑے گناہ بھی خدا تعالیٰ بخش دیتا ہے- حکیم صاحب نے تیسری مرتبہ روتے ہوئے عرض کیا حضرت میرے گناہ تو پہاڑوں اور آسمانوں سے بھی زیادہ ہیں- حضور اقدس (ع) نے فرمایا-

"اللہ تعالیٰ کی مغفرت ان سے بھی بڑھ کر ہے"

(حیات قدسی حصہ دوم صفحہ 16- طبع اول یکم ستمبر 1951ء مقام اشاعت سکندر آباد دکن)

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

مکرم صفدر نذیر گولیکی صاحب

تاریخ عالم پر گہرے اثرات مرتب کرنے والے

حضرت مسیح موعود کے چار انقلاب انگیز رؤیا

ملکِ روحانی کی شاہی کی نہیں کوئی نظیر گو بہت دنیا میں گزرے ہیں امیر و تاجدار

اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اپنی ہستی کے ثبوت کے لئے اپنے فرستادگان کو غیب کی خبروں سے نوازتا چلا آیا ہے۔ تاکہ اس کے پیارے بندوں اور ان کے ماننے والوں کے ایمان و یقین میں پختگی کے ساتھ ساتھ ثبات قدم پیدا ہو۔ اسی سنت مستمرہ کے تحت اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو بھی کثرت سے غیب کی خبروں سے نوازا۔ اور اپنے پیار اور قرب کا اظہار رؤیا و کشوف کے ذریعے سے کیا۔ اس وقت احباب جماعت کی خدمت میں صرف انقلاب انگیز رؤیا اور ان کی تعبیریں پیش کی جاتی ہیں۔

محمود

خواب میں نے (بیت) کی دیوار پر اس کا نام لکھا ہوا یہ پایا کہ "محمود" یہ رؤیا آپ نے دسمبر 1888ء میں حضرت مصلح موعود کی پیدائش سے ایک ماہ قبل دیکھی جس میں پیدا ہونے والے عظیم الشان بیٹے کے ایک اور نام سے متعلق آگاہ کیا گیا تھا۔ کیونکہ اس سے قبل 20 فروری 1886ء کی پیش خبر میں علاوہ محمود کے نام کے اور نام بیان کئے گئے تھے۔

(ضمیمہ انجام آتھم ص 337)

فرماتے ہیں۔

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کرونگا دور اس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

(در ثمین)

صحف سابقہ کی پیشگوئیوں کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو مبشر اولاد سے نوازا اور اس مبشر اولاد میں سے ایک بیٹے کے متعلق اس کی پیدائش سے 3 سال قبل ان الفاظ میں خوشخبری دی۔

اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکتوں سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مظہر الاول والآخر۔ مظہر الحق والعلاء۔ کان اللہ نزل من السماء۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا وکان امرا مقضیا۔"

(اشتہار 20 فروری 1886ء)

اس پیشگوئی کا ایک ایک لفظ اپنے اندر عجائبات کی دنیا بسائے ہوئے ہے۔ 52 صفات رکھنے والا شخص حضرت محمود 12 جنوری 1889ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے پیدا ہونے پر آپ کا نام بشیر الدین محمود احمد رکھا گیا حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"میرا پہلا لڑکا جو زندہ موجود ہے جس کا نام محمود ہے ابھی وہ پیدا نہیں ہوا تھا جو مجھے کشفی طور پر اس کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی اور میں نے (بیت) کی دیوار پر اس کا نام لکھا ہوا یہ پایا کہ "محمود"

تب میں نے اس پیشگوئی کے شائع کرنے کے لئے سبز رنگ کے ورقوں پر ایک اشتہار چھاپا جس کی تاریخ اشاعت دسمبر 1888ء ہے۔

(تریاق القلوب ص 77)

بیت سے مراد عالم رؤیا میں جماعت ہوتی ہے۔ اور اس کی دیوار پر نام لکھا ہونے سے مراد اس جماعت کی امامت بھی ہے۔ گویا اس رؤیا میں محمود کی پیدائش اور اس کے جماعت کا سربراہ بننے کی پیشگوئی بھی ہے۔

پیش خبری اور رؤیا میں کئی نام دیئے گئے اس وقت زیر بحث نام "محمود" ہے۔

"محمود" کے معنی ہیں تعریف کیا گیا۔

آپ نے اپنی زندگی میں جو کارہائے نمایاں سر انجام دیئے وہ اس قدر ہیں کہ کئی جلدیں لکھ دی جائیں تب بھی وہ ختم نہ ہوں گے آپ 14 مارچ 1914ء کو مسند امامت پر متمکن ہوئے اور 52 سال تک آپ نے اپنے خون پسینہ سے جماعت کی آبیاری کی۔ آپ نے تفسیر کبیر اور ترجمہ قرآن (تفسیر صغیر) جیسی کتابیں کئی جلدوں میں لکھ کر ایک ایسا کارنامہ سرانجام دیا کہ اپنے تو اپنے غیر بھی آپ کی اور آپ کے کام کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکے۔

تفسیر کبیر کے مطالعہ کے بعد مشہور نقاد ادیب اختر اورینوی پٹنہ انڈیا لکھتے ہیں۔

"یہ تفسیریں سراج منیر ہیں۔ ان سے قرآن حکیم کی حیات بخش شعاعوں کا انعکاس ہوتا ہے۔ تفسیر قرآنی کی یہ دولت سرمدی دنیا اور عقبیٰ کے لئے لاکھوں سلطنتوں اور ہزاروں ہزار جنتوں

سے افضل ہے۔ علوم قرآنی کے گہہائے آبدار کان معانی و معدن عرفان سے نکالے گئے ہیں۔ غواص معارف پر فدا ہونے کو جی چاہتا ہے۔

ان تفسیروں کی خوبیاں بیان کرنے کے لئے ایک دفتر چاہئے.... میری ناچیز رائے میں تفسیر کبیر مندرجہ ذیل خوبیوں کی حامل ہے۔ اس میں قرآن کریم کے تسلسل ' ربط ' تنظیم ' ترتیب ' تعمیر اور سورتوں کے موضوعات و معانی کی ہم آہنگی کو صاف ' روشن و مدلل طور پر ثابت کیا گیا ہے ' قرآن مجید صرف ایک سلک مروارید نہیں بلکہ یہ ایک روحانی قصر الحمراء ہے۔ ایک زندہ تاج محل ہے۔ اس کے عناصر ترکیبی کے حسن کا راز نظم و ضبط ' اس کے تراشیدہ اعجاز بیان ' اس کی معجزانہ صنعت گری ' اس کی گہری ' وسیع اور بلند معنی آفرینی اور اس کے غیر مختتم خزینۂ علم و عرفان کا شعور تفسیر کبیر کے مطالعہ سے حاصل ہونے لگتا ہے..... حضرت مرزا محمود احمد نے نہایت لطیف و بلیغ انداز میں اس امر کو درجہ یقین تک پہنچا دیا کہ قرآن مجید ایک کتاب عظیم ہے اور اس کے ابواب و عناصر اس کی سورتیں اور آیات گل سبد کی طرح ' حسن یوسف کی مانند۔ نظام شمسی کی مثال مربوط و منظم۔ متناسب۔ ہم آہنگ اور حسین ہیں تفسیر کبیر کی یہ خصوصیت بھی ہے کہ اس میں انسانی تقاضوں ' ضرورتوں اور مسئلوں سے وابستہ بہ کثرت نئے مضامین ' نکتے اور تفصیلیں ملتی ہیں اور ہماری روح اور ذہن کی تشنگی بجھاتی ہیں۔ ہر سورۃ ہر پارہ کی تفسیر میں معارف اور علوم کا دریائے رواں جوش مارتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس کے ذریعہ نئے علوم اور نئے مسائل پر گہری تنقیدیں ملتی ہیں اور (دینی) نظریوں کا اتنا تسلی بخش اظہار وبیان ملتا ہے کہ آخر الذکر کی برتری ثابت ہو جاتی ہے۔

تفسیر کبیر میں قصص قرآنی کی عارفانہ تعبیریں اور تفصیلیں ملتی ہیں۔ علم و حکمت ' روحانیت و عرفان ' نکتہ دانی و وضاحت کی تجلیاں شکوک و شبہات کے خس و خاشاک کو دور کر کے تفہیم و تسکین کی راہیں صاف و روشن کر دیتی ہیں۔ تواریخ عالم ' قوموں کے عروج و زوال ' اسباب زوال ' سامان عروج ' نفسیات اجتماعی افراد و جماعت کے روابط اور بندے کے اللہ سے تعلق کی اعلیٰ تحقیق و توضیح ملتی ہے۔

معجزات ' پیش گوئیوں ' انبیاء اور غیر انبیاء کے خوابوں ' رموز استعارات قرآنی و مقطعات کی حقیقی ' حکمتی اور ایمان افروز تعبیروں سے تفسیر کبیر کے اوراق تابناک ہیں۔ اس عظیم تفسیر میں تعلیمات (دین) کا فلسفہ نہایت عمدہ طور پر پیش کیا گیا ہے دوسرے مذاہب کی تعلیموں اور معروف فلسفوں سے موازنہ و مقابلہ بھی عالمانہ و منصفانہ رنگ میں کیا گیا ہے۔ (دینی) تعلیمات کی پر شوکت فضیلت سے دل کو طمانیت راحت و تسکین ملتی ہے اور ذہن کو رفعت حاصل ہوتی ہے اس تفسیر کا انداز نظر عصری اور سائنسی بھی ہے۔ فلسفیانہ اور حکمتی بھی اور وجدانی و عرفانی بھی۔

اس تفسیر اکبر کے عالم علم و عرفان کی تجلیات بیان کرنے کے لئے دفتر در دفتر چاہئیں۔ یہ تفسیر ملت (۔) کی بے بہا دولت ہے۔

(بحوالہ مجلّہ الجامعہ ربوہ شمارہ نمبر 9 ص 63 ' 65)

برصغیر ہند و پاک کی ایک محبوب شخصیت قائد اعظم کے رفیق کار پر جوش خطیب نواب بہادر یار جنگ تفسیر کبیر سے اتنے متاثر تھے کہ جناب سیٹھ محمد اعظم حیدر آبادی کے بیان کے مطابق اسے ہمیشہ زیر مطالعہ رکھتے اور بڑی محبت و عقیدت کے ساتھ ایک مخصوص بلند جگہ پر اپنے قرآن مجید کے ساتھ رکھتے تھے اور اپنی مجالس میں اکثر اس کا ذکر بھی کرتے تھے۔ اسی طرح جناب اختر اورینوی صدر شعبہ اردو پٹنہ یونیورسٹی کے بیان کے مطابق پروفیسر عبدالمنان بیدل صدر شعبہ فارسی پٹنہ نے تفسیر کبیر خود پڑھنے کے علاوہ بہت سے مشہور دانش وروں اور شیوخ کو مطالعہ کے لئے دیں اور ان سے تبادلہ خیالات اور گفتگو کے بعد اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

" مرزا محمود کی تفسیر کے پایہ کی کوئی ایک تفسیر بھی کسی زبان میں نہیں ملتی۔ آپ جدید تفسیریں بھی مصر و شام سے منگوا لیجئے اور چند ماہ بعد مجھ سے باتیں کیجئے۔ عربی و فارسی کے علماء مبہوت رہ گئے۔ "

(مجلّہ الجامعہ ربوہ شمارہ نمبر 9 ص 63-65)

انگریزی ترجمہ

مدرسہ السنہ شرقیہ پیرس کے پروفیسر ادبیات Mr Regisblachere نے اسی ترجمہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھا۔

"........ ترجمہ کی یہ صحت جس سے قرآن کے مشکل اور مبہم مقامات کو سمجھنے میں بہت مدد ملتی ہے ہر تعریف سے بالا ہے۔ اس ترجمہ کے بارہ میں یہ کہنا مبالغہ نہ ہو گا کہ اس سے قبل قرآن کریم کے یورپی زبانوں میں جس قدر تراجم ہوئے ہیں وہ اس اہتمام سے عاری ہیں کہ وہ لوگ بھی جو عربی متن کے ظاہری و باطنی مطالب سے نابلد ہوں اس سے فائدہ اٹھا سکیں....."

دمشق کے مشہور عیسائی اخبار النصر نے اس ترجمہ کو بے نظیر قرار دیتے ہوئے لکھا۔

"ہمیں قرآن مجید کا انگریزی میں ترجمہ دیکھ کر بہت ہی خوشی ہوئی ہے۔ یہ ترجمہ حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ کی زیر نگرانی کیا گیا ہے۔ ترجمہ جاذب نظر اور بلند پایہ خیالات کا حامل ہے.... مطالعہ کرنے والا ان تفاسیر جدیدہ میں مستشرقین اور یوروپین معاندین کے اعتراضات کے مفصل جواب پاتا ہے........ یہ امر قابل ذکر ہے کہ امام جماعت احمدیہ......... نے اس ترجمہ کے ساتھ حضرت رسول کریم ﷺ کی سیرت بھی تحریر کی ہے اور یہ سیرت و ترجمہ بے نظیر ہیں۔"

دمشق کے "الاخبار" نے جماعت احمدیہ کا قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ اپنی مثال آپ ہے" کے عنوان سے اس ترجمہ کی خبر نمایاں طور پر شائع کی۔

(تاریخ احمدیت جلد دہم ص 674 ' 675 ' 676)

مشہور مفسر قرآن علامہ عبدالماجد دریا آبادی مدیر صدق جدید نے حضور کی وفات پر ایک شذرہ تحریر کیا جس میں حضور کی خدمت قرآن کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" قرآن اور علوم قرآن کی عالمگیر اشاعت اور (دین) کی آفاق گیر (اشاعت) میں جو کوششیں انہوں نے سرگرمی اور اولوالعزمی سے اپنی طویل عمر میں جاری رکھیں۔ ان کا اللہ انہیں صلہ دے علمی حیثیت سے قرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح و تبیین و ترجمانی وہ کر گئے ہیں۔ اس کا بھی ایک بلند و ممتاز مرتبہ ہے۔"

(صدق جدید لکھنؤ 18 نومبر 1965ء)

میرے محل پر غیب سے ایک ہاتھ مار اگیا

دوسری رویا جس نے دنیا کی روحانی زندگی میں ایک انقلاب پیدا کیا وہ لیکچر ہے جو آپ نے جلسہ مذاہب عالم کے لئے تحریر فرمایا۔

آپ فرماتے ہیں۔

وہ جلسہ مذاہب جو لاہور میں ہوا تھا اس کی نسبت مجھے پہلے سے خبر دی گئی کہ وہ مضمون جو

میری طرف سے پڑھا جائے گا وہ سب مضمونوں پر غالب رہے گا۔ چنانچہ میں نے قبل از وقت اس بارے میں اشتہار دے دیا جو حاشیہ میں لکھا جاتا ہے۔ اور اس الہام کے موافق میرے اس مضمون کی جلسہ مذاہب میں ایسی قبولیت ظاہر ہوئی کہ مخالفوں نے بھی اقرار کیا ہے کہ وہ مضمون سب سے اول رہا۔

(انجام آتھم ص299)

سچائی کے طالبوں کے لئے ایک عظیم الشان خوشخبری

جلسہ اعظم مذاہب جو لاہور ٹاؤن ہال میں 26، 27، 28 دسمبر 1886ء کو ہوگا اس میں اس عاجز کا ایک مضمون قرآن شریف کے کمالات اور معجزات کے بارے میں پڑھا جائے گا یہ وہ مضمون ہے جو انسانی طاقتوں سے برتر اور خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان اور خاص اس کی تائید سے لکھا گیا ہے۔ اس میں قرآن شریف کے وہ حقائق اور معارف درج ہیں جن سے آفتاب کی طرح روشن ہو جائے گا کہ درحقیقت یہ خدا کا کلام اور رب العالمین کی کتاب ہے اور جو شخص اس مضمون کو اول سے آخر تک پانچوں سوالوں کے جواب میں سنے گا میں یقین کرتا ہوں کہ ایک نیا ایمان اس میں پیدا ہوگا اور ایک نیا نور اس میں چمک اٹھے گا اور خدا تعالیٰ کے پاک کلام کی ایک جامع تفسیر اس کے ہاتھ آ جائے گی۔ یہ میری تقریر انسانی فضولیوں سے پاک اور لاف وگزاف کے داغ سے منزہ ہے۔ مجھے اس وقت محض بنی آدم کی ہمدردی نے اس اشتہار کے لکھنے کے لئے مجبور کیا ہے کہ تا وہ قرآن شریف کے حسن وجمال کا مشاہدہ کریں۔ اور دیکھیں کہ ہمارے مخالفوں کا کس قدر ظلم ہے کہ وہ تاریکی سے محبت کرتے اور اس نور سے نفرت رکھتے ہیں۔ مجھے خدائے علیم نے الہام سے مطلع فرمایا ہے کہ یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا اور اس میں سچائی اور حکمت اور معرفت کا وہ نور ہے جو دوسری قومیں بشرطیکہ حاضر ہوں اور اس کو اول سے آخر تک سنیں شرمندہ ہو جائیں گی اور ہرگز قادر نہیں ہوں گے کہ اپنی کتابوں کے یہ کمال دکھلا سکیں۔ خواہ وہ عیسائی ہوں، خواہ آریہ، خواہ سناتن دھرم والے یا کوئی اور۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ اس روز اس کی پاک کتاب کا جلوہ ظاہر ہو۔ میں نے عالم کشف میں اس کے متعلق دیکھا کہ میرے محل پر غیب سے ایک ہاتھ مارا گیا اور اس ہاتھ کے چھونے سے اس محل میں سے ایک نور ساطعہ نکلا جو اردگرد پھیل گیا۔ اور میرے ہاتھوں پر بھی اس کی روشنی پڑی۔ تب ایک شخص جو میرے پاس کھڑا تھا وہ بلند آواز سے بولا۔ اللہ اکبر خربت خیبر۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس محل سے میرا دل مراد ہے جو جائے نزول وحلول انوار ہے۔ اور وہ نور قرآنی معارف ہیں اور خیبر سے مراد تمام خراب مذاہب ہیں جن میں شرک اور باطل کی ملونی ہے۔ اور انسان کو خدا کی جگہ دی گئی یا خدا کی صفات کو اپنے کامل محل سے نیچے گرا دیا ہے۔ سو مجھے جتلایا گیا کہ اس مضمون کے خوب پھیلنے کے بعد جھوٹے مذہبوں کا جھوٹ کھل جائے گا اور قرآنی سچائی دن بدن زمین پر پھیلتی جائے گی جب تک کہ اپنا دائرہ پورا کر لے۔ پھر میں اس کشفی حالت سے الہام کی طرف منتقل کیا گیا۔ اور مجھے یہ الہام ہوا۔ (۔)

یعنی خدا تیرے ساتھ ہے۔ خدا وہیں کھڑا ہوتا ہے جہاں تو کھڑا ہو۔ یہ حمایت الٰہی کے لئے ایک استعارہ ہے۔

اب میں زیادہ لکھنا نہیں چاہتا۔ ہر ایک کو یہی اطلاع دیتا ہوں کہ اپنا اپنا حرج بھی کر کے ان معارف کے سننے کے لئے ضرور بمقام لاہور تاریخ جلسہ پر آویں کہ ان کی عقل اور ایمان کو اس سے وہ فائدے حاصل ہوں گے کہ وہ گمان نہیں کر سکتے ہوں گے۔

ایک جگہ آپ فرماتے ہیں۔

میں نے جناب الٰہی میں دعا کی کہ وہ مجھے ایسے مضمون کا القاء کرے جو اس مجمع کی تمام تقریروں پر غالب رہے۔ میں نے دعا کے بعد دیکھا کہ ایک قوت میرے اندر پھونک دی گئی ہے میں نے اس آسمانی قوت کی ایک حرکت اپنے اندر محسوس کی اور میرے دوست جو اس وقت حاضر تھے جانتے ہیں کہ میں نے اس مضمون کا کوئی مسودہ نہیں لکھا جو کچھ لکھا صرف قلم برداشتہ لکھا تھا اور ایسی تیزی اور جلدی سے میں لکھتا جاتا تھا کہ نقل کرنے والے کے لئے مشکل ہو گیا کہ اس قدر جلدی سے اس کی نقل لکھے۔ جب میں مضمون ختم کر چکا تو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا کہ مضمون بالا رہا۔ خلاصہ کلام یہ کہ جب وہ مضمون اس مجمع میں پڑھا گیا تو اس کے پڑھنے کے وقت سامعین کے لئے ایک عالم وجد تھا اور ہر ایک طرف سے تحسین کی آواز تھی یہاں تک کہ ایک ہندو صاحب جو صدر نشین اس مجمع کے تھے ان کے منہ سے بھی بے اختیار نکل گیا کہ یہ مضمون تمام مضامین سے بالا رہا۔ اور سول اینڈ ملٹری گزٹ جو لاہور سے انگریزی میں ایک اخبار نکلتا ہے اس نے بھی شہادت کے طور پر شائع کیا کہ یہ مضمون بالا رہا اور شائد بیس کے قریب ایسے اردو اخبار بھی ہوں گے جنہوں نے یہی شہادت دی۔ اور اس مجمع میں بجز بعض متعصب لوگوں کے تمام زبانوں پر یہی تھا کہ یہی مضمون فتحیاب ہوا اور آج تک صدہا آدمی ایسے موجود ہیں جو یہی گواہی دے رہے ہیں۔ غرض ہر ایک فرقہ کی شہادت اور نیز انگریزی اخباروں کی شہادت سے میری پیشگوئی پوری ہو گئی کہ مضمون بالا رہا۔ یہ مقابلہ اس مقابلہ کی مانند تھا جو موسیٰ نبی کو ساحروں کے ساتھ کرنا پڑا تھا۔ کیونکہ اس مجمع میں مختلف خیالات کے آدمیوں نے اپنے اپنے مذہب کے متعلق تقریریں سنائی تھیں جن میں سے بعض عیسائی تھے اور بعض سناتن دھرم کے ہندو اور بعض آریہ سماج کے ہندو اور بعض برہمو اور بعض سکھ اور بعض ہمارے مخالف مسلمان تھے اور سب نے اپنی اپنی لاٹھیوں کے خیالی سانپ بنائے تھے لیکن جبکہ خدا نے میرے ہاتھ (۔) راستی کا عصا ایک پاک اور پر معارف تقریر کے پیرایہ میں ان کے مقابل پر چھوڑا تو وہ اژدھا بن کر سب کو نگل گیا۔ اور آج تک قوم میں میری اس تقریر کا تعریف کے ساتھ چرچا ہے جو میرے منہ سے نکلی تھی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

(حقیقۃ الوحی ص278۔279)

آپ کا یہ عظیم الشان مضمون جب 27 دسمبر 1886ء کو لاہور اسلامیہ کالج میں مکرم عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے پڑھا۔ تو اہل لاہور اس قدر حاضر ہوئے کہ ہال بھر گیا اور لوگ باہر کھڑے ہمہ تن گوش ہو کر مضمون سنتے رہے۔ یہ لیکچر جو بعد میں "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے نام سے شائع ہوا جس نے ہزاروں افراد کی روحانی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا۔ جس کی تاثیر آج بھی سو سال گزرنے کے بعد بھی جاری و ساری ہے۔ اس کتاب کے اب کئی زبانوں میں ترجمے ہو چکے ہیں اور اس کا صد سالہ جشن منایا گیا ہے۔

جلسے کے بعد مختلف سامعین نے جو رائے دی وہ پیش خدمت ہے۔

پیسہ اخبار' چودھویں صدی' صادق الاخبار' مخبر دکن واخبار "جنرل وگوہر آصفی" کلکتہ وغیرہ تمام اخبار بالاتفاق اس مضمون کی تعریف توصیف میں رطب اللسان ہوئے۔ غیر اقوام اور غیر مذاہب والوں نے اس مضمون کو سب سے بالاتر مانا۔ اس مذہبی کانفرنس کے سیکرٹری دھنپت رائے بی۔اے۔ ایل ایل بی پلیڈر چیف کورٹ پنجاب کتاب "رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب" (دھرم مہوتسو) میں اس تقریر سے متعلق لکھتے ہیں۔

پنڈت گوردھن داس صاحب کی تقریر کے بعد نصف گھنٹہ کا وقفہ تھا۔ لیکن چونکہ بعد از وقفہ ایک نامی وکیل دین کی طرف سے تقریر کا پیش ہونا تھا اس لئے اکثر شائقین نے اپنی اپنی جگہ کو نہ چھوڑا۔ ڈیڑھ بجنے میں ابھی بہت سا وقت رہتا تھا کہ اسلامیہ کالج کا وسیع مکان جلد جلد بھرنے لگا اور چند ہی منٹوں میں تمام مکان پر ہو گیا۔ اس وقت کوئی سات اور آٹھ ہزار کے درمیان مجمع تھا۔ مختلف مذاہب و ملل اور مختلف سوسائٹیوں کے معتدبہ اور ذی علم آدمی موجود تھے۔ اگرچہ کرسیاں اور میزیں اور فرش نہایت ہی وسعت کے ساتھ مہیا کیا گیا۔ لیکن صدہا آدمیوں کو کھڑا ہونے کے سوا اور کچھ نہ بن پڑا اور ان کھڑے ہوئے شائقینوں میں بڑے بڑے رؤساء' عمائد پنجاب' علماء فضلاء' بیرسٹر' وکیل' پروفیسر' اکسٹرا اسسٹنٹ' ڈاکٹر غرض کہ اعلیٰ طبقہ کے مختلف برانچوں کے ہر قسم کے آدمی موجود تھے۔ اور ان لوگوں کے اس طرح جمع ہو جانے اور نہایت صبر وتحمل کے ساتھ جوش سے برابر پانچ چار گھنٹہ اس وقت ایک ٹانگ پر کھڑا رہنے سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ ان ذی جاہ لوگوں کو کہاں تک اس مقدس تحریک سے ہمدردی تھی۔ مصنف تقریر اصالتاً تو شریک جلسہ نہ تھے لیکن خود انہوں نے اپنے ایک شاگرد خاص جناب مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی مضمون پڑھنے کے لئے بھیجے ہوئے تھے۔ اس مضمون کے لئے اگرچہ کمیٹی کی طرف سے صرف دو گھنٹے ہی تھے لیکن حاضرین جلسہ کو عام طور پر اس سے کچھ ایسی دلچسپی پیدا ہو گئی کہ موڈریٹر صاحبان نے نہایت جوش اور خوشی کے ساتھ اجازت دی کہ جب تک یہ مضمون ختم نہ ہو تب تک کارروائی جلسہ کو ختم نہ کیا جاوے۔ ان کا ایسا فرمانا عین اہل جلسہ اور حاضرین جلسہ کی منشاء کے مطابق تھا کیونکہ جب وقت مقررہ کے گزرنے پر مولوی ابویوسف مبارک علی صاحب نے اپنا وقت بھی اس مضمون کے ختم ہونے کے لئے دے دیا تو حاضرین اور موڈریٹر صاحبان نے ایک نعرہ خوشی سے مولوی صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ جلسہ کی کارروائی ساڑھے چار بجے ختم ہو جانی تھی لیکن عام خواہش کو دیکھ کر کارروائی جلسہ ساڑھے پانچ بجے کے بعد تک جاری رکھنی پڑی کیونکہ یہ مضمون تقریباً چار گھنٹہ میں ختم ہوا اور شروع سے آخیر تک یکساں دلچسپی و مقبولیت اپنے ساتھ رکھتا تھا۔"

صرف یہی نہیں بلکہ اس وقت بھی مضمون ختم نہ ہوا تھا لہٰذا اعوامی رائے کے پیش نظر جلسہ کے دنوں میں ایک دن کا اضافہ کر دیا گیا اور 29 دسمبر 1886ء کے روز اس مضمون کا باقی حصہ پڑھا گیا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بطور نمونہ دو تین اخبارات کی آراء ذیل میں درج کر دی جائیں:۔

سول اینڈ ملٹری گزٹ (لاہور) نے لکھا:۔

"اس جلسہ میں سامعین کی دلی اور خاص دلچسپی مرزا غلام احمد قادیانی کے لیکچر کے ساتھ تھی جو (دین) کی حمایت و حفاظت میں ماہر کامل ہیں۔ اس لیکچر کے سننے کے لئے دور ونزدیک سے مختلف فرقوں کا ایک جم غفیر اُمڈ آیا تھا اور چونکہ مرزا صاحب خود تشریف نہیں لا سکتے تھے اس لئے یہ لیکچر ان کے ایک لائق شاگرد منشی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے پڑھ کر سنایا۔ 27۔ تاریخ کو یہ لیکچر تین گھنٹہ تک ہوتا رہا اور عوام الناس نے نہایت ہی خوشی اور توجہ سے اس کو سنا لیکن ابھی صرف ایک سوال ختم ہوا۔ مولوی عبدالکریم صاحب نے وعدہ کیا کہ اگر وقت ملا تو باقی حصہ بھی سناؤں گا۔ اس لئے مجلس انتظامیہ اور صدر نے یہ تجویز منظور کر لی کہ 29 دسمبر کا دن بڑھا دیا جائے۔" (ترجمہ)

اخبار "چودھویں صدی" (راولپنڈی) نے حضرت اقدس مسیح موعود کے اس لیکچر پر مندرجہ ذیل تبصرہ کیا۔

ان لیکچروں میں سب سے عمدہ لیکچر جو جلسہ کی روح رواں تھا مرزا غلام احمد قادیانی کا لیکچر تھا جس کو مشہور فصیح البیان مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے پڑھا۔ یہ لیکچر دو دن میں تمام ہوا۔ 27 دسمبر قریباً چار گھنٹے اور 29 دسمبر کو دو گھنٹے تک ہوتا رہا۔ کل چھ گھنٹے میں یہ لیکچر تمام ہوا جو حجم میں 100 صفحے کلاں تک ہوگا۔ غرضیکہ مولوی عبدالکریم صاحب نے یہ لیکچر شروع کیا اور کیسا شروع کیا کہ تمام سامعین لٹو ہو گئے۔ فقرہ فقرہ پر صدائے آفرین و تحسین بلند تھی اور بسا اوقات ایک ایک فقرہ کو دوبارہ پڑھنے کے لئے حاضرین کی طرف سے فرمائش کی جاتی تھی۔ عمر بھر ہمارے کانوں نے ایسا خوش آئند لیکچر نہیں سنا۔ دیگر مذاہب سے جتنے لوگوں نے لیکچر دیئے سچ تو یہ ہے کہ وہ جلسہ کے مستفسرہ سوالوں کے جواب بھی نہیں تھے۔ عموماً سپیکر صرف چوتھے سوال پر ہی رہے اور باقی سوالوں کو انہوں نے بہت ہی کم پیش کیا اور زیادہ تر اصحاب تو ایسے بھی تھے جو بولتے تو بہت تھے مگر اس میں جاندار بات کوئی نہیں تھی بجز مرزا صاحب کے لیکچر کے جو ان سوالوں کا علیحدہ علیحدہ مفصل اور مکمل جواب تھا اور جس کو حاضرین جلسہ نے نہایت ہی توجہ اور دلچسپی سے سنا اور بڑا بیش قیمت اور عالی قدر خیال کیا۔

ہم مرزا صاحب کے مرید نہیں ہیں اور نہ ان سے ہم کو کوئی تعلق ہے لیکن انصاف کا خون ہم کبھی نہیں کر سکتے اور نہ کوئی سلیم الفطرت اور صحیح کانشنس اس کو روا رکھ سکتا ہے۔ مرزا صاحب نے کل سوالوں کے جواب (جیساکہ مناسب تھا) قرآن شریف سے دیئے اور تمام بڑے بڑے اصول اور فروعات اسلام کو دلائل عقلیہ سے اور براہین فلسفہ کے ساتھ مزین کیا۔ پہلے عقلی دلائل سے الٰہیات کے مسئلہ کو ثابت کرنا اور اس کے بعد کلام الٰہی کو بطور حوالہ پڑھنا ایک عجیب شان دکھاتا تھا۔

مرزا صاحب نے نہ صرف مسائل قرآن کی فلاسفی بیان کی بلکہ الفاظ قرآن کی فلالوجی اور فلاسفی بھی ساتھ ساتھ بیان کر دی۔ غرضیکہ مرزا صاحب کا لیکچر بحیثیت مجموعی ایک مکمل اور حاوی لیکچر تھا جس میں بیشمار معارف و حقائق و حکم و اسرار کے موتی چمک رہے تھے اور فلسفہ الٰہیہ کو ایسے ڈھنگ سے بیان کیا گیا تھا کہ تمام اہل مذاہب ششدر ہو گئے تھے۔ کسی شخص کے لیکچر کے وقت اتنے آدمی جمع نہیں تھے جتنے کہ مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت۔ تمام ہال اوپر نیچے سے بھر رہا تھا اور سامعین ہمہ تن گوش ہو رہے تھے۔ مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت اور دیگر سپیکروں کے لیکچروں کے امتیاز کے لئے اس قدر کہنا کافی

ہے کہ مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت خلقت اس طرح آ آکر گری جیسے شہد پر مکھیاں۔ مگر دوسرے لیکچروں کے وقت بوجہ بے لطفی بہت سے لوگ بیٹھے بیٹھے اٹھ جاتے تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا لیکچر بالکل معمولی تھا۔ وہی ملائی خیالات تھے جن کو ہم لوگ ہر روز سنتے ہیں۔ اس میں کوئی عجیب و غریب بات نہ تھی اور مولوی صاحب موصوف کے دوسرے لیکچر کے وقت کئی شخص اٹھ کر چلے گئے تھے۔ مولوی صاحب ممدوح کو اپنا لیکچر پورا کرنے کے لئے چند منٹ زائد کی اجازت بھی نہیں دی گئی۔"

(اخبار "چودھویں صدی" راولپنڈی بمطابق یکم فروری 1897ء)

یہ مضمون جب شائع ہو گیا تو اس پر بڑے بڑے فلاسفروں اور غیر ملکی اخبارات و رسائل کے ایڈیٹروں نے بھی نہایت عمدہ ریویو لکھے اور مغربی مفکرین نے اس لیکچر کو بے حد سراہا۔ مثلاً

(1) "برسٹل ٹائمز اینڈ مرر" نے لکھا:۔

"یقیناً وہ شخص جو اس رنگ میں یورپ و امریکہ کو مخاطب کرتا ہے کوئی معمولی آدمی نہیں ہو سکتا۔"

(2) "سپیریچوئل جرنل" بوسٹن نے لکھا۔

"یہ کتاب بنی نوع انسان کے لئے ایک خالص بشارت ہے۔"

(3) "تھیوسوفیکل بک نوٹس" نے لکھا:۔

"یہ کتاب محمد (ﷺ) کے مذہب کی بہترین اور سب سے زیادہ دلکش تصویر ہے۔"

(4) "انڈین ریویو" نے لکھا:۔

"اس کتاب کے خیالات روشن، جامع اور حکمت سے پر ہیں اور پڑھنے والے کے منہ سے بے اختیار اس کی تعریف نکلتی ہے۔"

(5) "مسلم ریویو" نے لکھا:۔

"اس کتاب کا مطالعہ کرنے والا اس میں بہت سے سچے اور عمیق اور اصلی اور روح افزا خیالات پائے گا۔"

(بحوالہ "سلسلہ احمدیہ" مؤلفہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب)

اس مضمون کی یہ خوبی ہے کہ اس میں کسی دوسرے مذہب پر حملہ نہیں کیا گیا۔ بلکہ محض دین کی خوبیاں بیان کی گئی ہیں اور سوالات کے جوابات قرآن مجید ہی سے دیئے گئے ہیں اور ایسے طور پر دیئے گئے ہیں کہ جن سے قرآن کا تمام مذاہب سے اکمل اور احسن اور اتم ہونا ثابت ہوتا ہے۔

"خدا تعالیٰ کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں"

طاعون کی بیماری جس نے گھروں اور شہروں اور گاؤں کو اجاڑ دیا اس کی آمد سے کئی سال پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ کو رؤیا میں دکھا دیا آپ فرماتے ہیں:۔

اس مرض نے جس قدر بمبئی اور دوسرے شہروں اور دیہات پر حملے کئے اور کر رہی ہے ان کے لکھنے کی ضرورت نہیں۔ دو سال کے عرصے میں ہزاروں بچے اس مرض سے یتیم ہو گئے اور ہزارہا گھر ویران ہو گئے۔ دوست اپنے دوستوں سے اور عزیز اپنے عزیزوں سے ہمیشہ کے لئے جدا کئے گئے اور ابھی انتہا نہیں۔ کچھ شک نہیں کہ ہماری گورنمنٹ محسنہ نے کمال ہمدردی سے تدبیریں کیں اور اپنی رعایا پر نظر شفقت کر کے لکھوکھا روپیہ کا خرچ اپنے ذمہ ڈال لیا اور قواعد طبیہ کے لحاظ سے جہاں تک ممکن تھا ہدایتیں شائع کیں مگر اس مرض مہلک سے اب تک بکلی امن حاصل نہیں ہوا بلکہ بمبئی میں ترقی پر ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ ملک پنجاب بھی خطرہ میں ہے۔ ہر ایک کو چاہئے کہ اس وقت اپنی اپنی سمجھ اور بصیرت کے موافق نوع انسان کی ہمدردی میں مشغول ہو کیونکہ وہ شخص انسان نہیں جس میں ہمدردی کا مادہ نہ ہو...... اور ایک اور ضروری امر ہے جس کے لکھنے پر میرے جوش ہمدردی نے مجھے آمادہ کیا ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ جو لوگ روحانیت سے بے بہرہ ہیں اس کو ہنسی اور ٹھٹھے سے دیکھیں گے مگر میرا فرض ہے کہ میں اس کو نوع انسان کی ہمدردی کے لئے ظاہر کروں اور وہ یہ ہے کہ آج جو چھ فروری 1898ء روز یکشنبہ ہے میں نے خواب میں دیکھا کہ خدا تعالیٰ کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں۔ اور وہ درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے قد کے ہیں۔ میں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ "یہ طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے۔" میرے پر یہ امر مشتبہ رہا کہ اس نے یہ کہا کہ آئندہ جاڑے میں یہ مرض بہت پھیلے گا یا یہ کہا کہ اس کے بعد جاڑے میں پھیلے گا۔ لیکن نہایت خوفناک نمونہ تھا جو میں نے دیکھا......

(تبلیغ رسالت جلد ہفتم ص 7-2)

اسی کشف کے متعلق آپ فرماتے ہیں۔

"خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہی دابۃ الارض جو ان آیات میں مذکور ہے جس کا مسیح موعود کے زمانہ میں ظاہر ہونا ابتداء سے مقرر ہے۔ یہی وہ مختلف صورتوں کا جانور ہے جو مجھے عالم کشف میں نظر آیا۔ اور دل میں ڈالا گیا کہ یہ طاعون کا کیڑا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے اس کا نام دابۃ الارض رکھا ہے۔ کیونکہ زمین کے کیڑوں میں سے ہی یہ بیماری پیدا ہوئی ہے۔ اسی لئے پہلے چوہوں پر اس کا اثر ہوتا ہے۔ اور مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتی ہے اور جیسا کہ انسان کو ایسا ہی ہر ایک جانور کو یہ بیماری ہو سکتی ہے۔ اس لئے کشفی عالم میں اس کی مختلف شکلیں نظر آئیں۔

(نزول المسیح ص 37، 39)

چنانچہ یہ طاعون کی بیماری ظاہر ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے ماننے والوں کو محفوظ رکھا۔ طاعون کی پیشگوئی سے قبل کے اعداد و شمار ملاحظہ فرمایئے جو طاعون کے مختلف ملکوں میں پھیلاؤ سے تعلق رکھتے ہیں۔

1880ء صرف ایک ملک میں طاعون ظاہر ہوا۔
1881ء تین ممالک میں
1882ء دو ممالک میں
1883ء ایک ملک میں
1884ء دو ممالک میں
1885ء تا 1888ء صرف ایک ملک میں
1889ء تا 1891ء تین ممالک میں
1892ء چار ممالک میں
1893ء تا 1894ء 9 ممالک میں
1895ء دو ممالک میں
1896ء ۔ 1897ء چھ ممالک میں

ان اعداد کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہے کہ طاعون کی انتہائی چوٹی 1893ء میں قائم ہوئی۔ جس کے بعد مسلسل 3 سال تک اس کا دائرہ عمل محدود رہا حضرت مسیح موعود کو اللہ تعالیٰ نے طاعون کے عذاب الٰہی کی صورت میں پھیلنے کی 1898ء میں خبر دی اور 1898ء میں طاعون اچانک پھر پھیلنا شروع ہوا۔ اور 1902ء تک

28 ممالک پر مسلط ہو گیا۔

(انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا)

اب ذرا مرنے والوں کی تعداد دیکھئے۔

1896ء میں 2219 افراد موت کا شکار ہوئے اور پیشگوئی کے بعد یعنی 1898ء میں 89265۔افراد مرے۔ اور 1899ء سے 1906ء تک 3790664۔افراد دنیا سے رخصت ہو گئے (حوادث طبعی یا عذاب الٰہی ص81-82-83)

اہل دانش نے جب موتا موتی کا عالم دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ حضرت مرزا صاحب نے جو پیش خبری دی ہے یعنی۔

"تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہو گا اور جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے **تقویٰ سے تجھ میں محو ہو جائے گا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے۔ اور ان آخری دنوں میں** خدا کا یہ نشان ہو گا تا وہ قوموں میں فرق کر کے دکھلاوے۔

(کشتی نوح ص1-2)

اور عربی زبان میں پیش خبری۔

"انی احافظ کل من فی الدار"

(نزول مسیح ص23-24)

کے مطابق احمدی احباب کو طاعون کی بیماری لاحق نہیں ہو رہی تو لوگ کثرت سے احمدی ہونے شروع ہو گئے۔ یہ تعداد ہزاروں سے نکل کر 1902ء میں ایک لاکھ تک پہنچ گئی 1903ء میں کثرت سے لوگ آپ کے مبائعین میں شامل ہوئے کہ اخبار الحکم (قادیان) کو مجبوراً نو مبائعین کی فہرست کا کالم ہی بند کر دینا پڑا۔

(الحکم 17۔اپریل 1903ء ص10)

1904ء میں احمدیوں کی تعداد دو لاکھ تک اور 1906ء میں چار لاکھ تک پہنچ گئی۔

حضور طاعون کے زمانہ میں بیعت کرنے والوں کو از راہ ظرافت طاعونی احمدی کے نام سے یاد فرمایا کرتے تھے۔

(سلسلہ احمدیہ ص124)

چنانچہ یہ کشف بھی انقلابی صورت اختیار کر گیا۔

"بہشتی مقبرہ"

حضرت مسیح موعود کو اللہ تعالیٰ نے ایک رؤیا میں ایک جگہ دکھلائی جس کے متعلق حضرت صاحب فرماتے ہیں۔

"اور جگہ مجھے دکھلائی گئی اور اس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا اور مجھ پر ظاہر کیا گیا کہ وہ ان برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں۔" (الوصیت)

شاید کوئی یہ کہہ دے کہ اس رؤیا نے کیا انقلاب پیدا کیا۔ تو سنئے۔ یہ رؤیا اپنے اندر ایک زبردست تحریک کی بنیاد رکھتی ہے یعنی "وصیت" کی۔

حضرت صاحب نے طوعی قربانی کا سلسلہ جاری فرمایا۔ اور اس کی شرائط مقرر فرمائیں۔

خدا کے فضل و کرم سے جن احباب نے اس طوعی قربانی میں حصہ لیا ان کا کردار ان کے اعمال ان کا تقویٰ دوسروں سے بلند مقام پر ہے۔ اسی لئے تو رؤیا میں وہ بہشتی دکھائے گئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اپنی تقریر نظام نو میں فرماتے ہیں۔

غرباء کی تکلیف دور کرنے کے لئے سکیم اور اس کے اہم اصول

میں اوپر بتا چکا ہوں کہ اس سکیم کے اہم اصول یہ ہیں۔

اول۔ سب انسانوں کی ضرورتوں کو پورا کیا جائے۔ دوم۔ مگر اس کام کو پورا کرتے وقت انفرادیت اور عائلی زندگی کے لطیف جذبات کو تباہ نہ ہونے دیا جائے۔ تیسرے یہ کام مالداروں سے طوعی طور پر لیا جائے اور جبر سے کام نہ لیا جائے۔ چوتھے یہ نظام ملکی نہ ہو بلکہ بین الاقوامی ہو۔ آجکل جس قدر تحریکات جاری ہیں وہ سب کی سب ملکی ہیں مگر (احمدیت) نے وہ تحریک پیش کی ہے جو ملکی نہیں بلکہ بین الاقوامی ہے۔

(دین حق کی) تعلیم کی ساری خوبی ان چاروں اصول میں مرکوز ہے۔ اگر یہ چاروں اصول کسی تحریک میں پائے جاتے ہوں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ تحریک سب سے بہتر اور سب تحریکات سے زیادہ مکمل ہے۔

حضرت مسیح موعود کے ذریعہ 1905ء میں دنیا سے دُکھ کو دور کرنے والے

نئے نظام کی بنیاد

اب میں بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان چاروں مقاصد کو (حضرت مسیح موعود) نے خدا تعالیٰ کے حکم سے کس طرح پورا کیا اور کس طرح (دین حق کی) تعلیم کے عین مطابق دنیا کے ایک نئے نظام کی بنیاد رکھ دی۔ یہ بالشوزم' ہوشلزم اور نیشنل سوشلزم کی تحریکیں سب جنگ کے بعد کی پیدائش ہیں۔ ہٹلر جنگ کے بعد کی پیدائش ہے۔ سولینی جنگ کے بعد کی پیدائش ہے اور سٹالن جنگ کے بعد کی پیدائش ہے۔ غرض یہ ساری تحریکیں جو دنیا میں ایک نیا نظام قائم کرنے کی دعویدار ہیں۔ 1919ء اور 1921ء کے گرد چکر لگا رہی ہیں لیکن خدا تعالیٰ کے مامور نے نئے نظام کی بنیاد 1905ء میں رکھ دی تھی اور وہ "الوصیت" کے ذریعہ رکھی تھی۔

قرآن مجید میں مختلف ضرورتوں کے وقت طوعی قربانیاں کرنے کی طرف اشارہ

قرآن کریم نے اصولی طور پر فرمایا تھا (۔) (البقرہ 196) مگر اس تعلیم میں خدا تعالیٰ نے طوعی قربانیوں کے کوئی معین اصول مقرر نہ فرمائے تھے صرف یہ کہا تھا کہ اے مسلمانو! تمہیں علاوہ جبری ٹیکسوں کے بعض اور ٹیکس بھی دینے پڑیں گے مگر یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ ٹیکس کتنے ہوں گے اور ان کی معین صورت کیا ہوگی۔ اگر کسی زمانہ میں (۔) حکومت کو سو میں سے ایک روپیہ کی ضرورت ہوتی تھی تو خلیفہ وقت کہہ دیا کرتا تھا کہ اے بھائیو! اپنی مرضی سے سو میں سے ایک روپیہ دے دو۔ اور اگر کسی زمانہ میں (۔) حکومت کو سو میں سے دو روپیہ کی ضرورت ہوتی تھی تو خلیفہ وقت کہہ دیا کرتا تھا کہ اے بھائیو! اپنی مرضی سے سو میں سے دو روپے دے دو۔ اسی وجہ سے ہر زمانہ میں اس کی الگ الگ تعبیر کی گئی۔ رسول کریم ﷺ نے اس کی تعبیر اس طرح کی کہ **وقتاً فوقتاً زائد چندے مانگ لئے اور خلفاء نے اپنے زمانہ کے مطابق اس کی اس طرح تعبیر کی کہ** جو اموال فوجوں میں تقسیم کرنے کے لئے آیا

کرتے تھے ان کے ایک بڑے حصہ کو محفوظ کر لیا اور سپاہیوں سے کہا کہ تم اپنی خوشی سے اپنا حق چھوڑ دو اور حضرت مسیح موعود نے اپنے زمانہ کے مطابق تعبیر کر لی۔ اگر (۔) حکومت نے ساری دنیا کو کھانا کھلانا ہے، ساری دنیا کو کپڑے پہنانا ہے، ساری دنیا کی رہائش کے لئے مکانات کا انتظام کرنا ہے، ساری دنیا کی بیماریوں کے لئے علاج کا انتظام کرنا ہے، ساری دنیا کی جہالت کو دور کرنے کے لئے تعلیم کا انتظام کرنا ہے تو یقیناً حکومت کے ہاتھ میں اس سے بہت زیادہ روپیہ ہونا چاہئے جتنا پہلے زمانہ میں ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود (۔) نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت اعلان فرمایا کہ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے جو حقیقی جنت حاصل کرنا چاہتے ہیں یہ انتظام فرمایا ہے کہ وہ اپنی خوشی سے اپنے مال کے کم سے کم دسویں حصہ کی اور زیادہ سے زیادہ تیسرے حصہ کی وصیت کر دیں۔ اور آپ فرماتے ہیں ان وصایا سے جو آمد ہو گی وہ "ترقی (دین) اور اشاعت علم قرآن وکتب دینیہ اور اس سلسلہ کے واعظوں کے لئے" خرچ ہو گی۔ (شرط نمبر2)

اسی طرح ہر ایک امر جو مصالح اشاعت (دین) میں داخل ہے جس کی اب تفصیل کرنا قبل از وقت ہے وہ تمام امور ان اموال سے انجام پذیر ہوں گے (شرط نمبر2)

یعنی (دین حق) کی تعلیم کو دنیا میں قائم اور راسخ کرنے کے لئے جس قدر امور ضروری ہیں اور جن کی تعبیر کرنا قبل از وقت ہے ہاں اپنے زمانہ میں کوئی اور شخص ان امور کو کھولے گا۔ ان تمام امور کی سرانجام دہی کے لئے یہ روپیہ خرچ کیا جائے گا۔

الوصیت کے نئے نظام کا ذکر

یہ وہ تعلیم ہے جو حضرت مسیح موعود نے دی۔ آپ صاف فرماتے ہیں کہ ہر ایک امر جو مصالح اشاعت (دین) میں داخل ہے اور جس کی اب تفصیل کرنا قبل از وقت ہے اس پر یہ روپیہ خرچ کیا جائے گا۔ اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ ایسے امور بھی ہیں جن کو ابھی بیان نہیں کیا جا سکتا اور یہ کہ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے جب دنیا چلا چلا کر کہے گی کہ ہمیں ایک نئے نظام کی ضرورت ہے تب چاروں طرف سے آوازیں اٹھنی شروع ہو جائیں گی کہ آؤ ہم تمہارے سامنے ایک نیا نظام پیش کرتے ہیں۔ روس کہے گا آؤ میں تم کو نیا نظام دیتا ہوں۔ ہندوستان کہے گا آؤ میں تم کو نیا نظام دیتا ہوں، جرمنی اور اٹلی کہے گا آؤ میں تم کو ایک نیا نظام دیتا ہوں۔ امریکہ کہے گا آؤ میں تم کو نیا نظام دیتا ہوں۔ اس وقت میرا قائم مقام قادیان سے کہے گا کہ نیا نظام الوصیت میں موجود ہے اگر دنیا فلاح و بہبود کے رستہ پر چلنا چاہتی ہے تو اس کا ایک ہی طریق ہے اور وہ یہ کہ الوصیت کے پیش کردہ نظام کو دنیا میں جاری کیا جائے۔

وصیت کے اموال میں یتامیٰ، مساکین اور کافی وجوہ معاش نہ رکھنے والے غیروں کا حق

پھر آپ فرماتے ہیں۔

"ان اموال میں سے ان یتیموں اور مسکینوں کا بھی حق ہو گا جو کافی طور پر وجوہ معاش نہیں رکھتے۔" (شرط نمبر2)

پھر فرماتے ہیں

"جائز ہو گا کہ انجمن باتفاق رائے اس روپیہ کو تجارت کے ذریعہ سے ترقی دے۔"

(ضمیمہ شرط نمبر9)

یعنی ان اموال کے ذریعہ تجارت کرنی بھی جائز ہو گی اور تمہیں اس بات کی اجازت ہو گی کہ لوگوں سے ان کے اموال کا دسواں یا آٹھواں یا پانچواں یا تیسرا حصہ لو اور پھر تجارت کر کے اس مال کو بڑھالو۔"

(نظام نو ص115 تا ص118)

یہ نظام طوعی قربانی کا جاری و ساری ہے اور افراد جماعت کی روحانیت میں انقلاب پیدا کر رہا ہے اب تک 32 ہزار وصیتیں ہو چکی ہیں۔ دنیا میں اس قدر بڑی طوعی قربانی دینے والوں کی مثال نہیں ملتی۔

یہ سلسلہ اپنی شرائط کے ساتھ جاری ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی ہی قربانیاں دینے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔

مجلس افتاء کے اراکین کی تجدید

آئندہ کے لئے تا 30 نبوت 1379 ہش / 30 نومبر 2000ء مجلس افتاء کے مندرجہ ذیل اراکین ہوں گے۔

(1) محترم مرزا عبدالحق صاحب
(2) محترم چوہدری عبدالرحمان صاحب
(3) محترم شیخ مظفر احمد صاحب
(4) محترم مبشر احمد کاہلوں صاحب
(5) محترم مولوی محمد احمد صاحب جلیل
(6) محترم سید میر محمود احمد صاحب ناصر
(7) محترم مولوی دوست محمد صاحب شاہد
(8) محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب
(9) محترم مولوی سلطان محمود صاحب انور
(10) محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب
(11) محترم سید عبدالحی شاہ صاحب
(12) محترم مرزا محمد الدین صاحب ناز
(13) محترم ڈاکٹر محمد علی خان صاحب
(14) محترم پروفیسر عبدالرشید صاحب غنی
(15) محترم مولوی محمد صدیق صاحب
(16) محترم عبدالسمیع خان صاحب
(17) محترم مولوی جمیل الرحمان صاحب رفیق
(18) محترم ظہیر احمد خان صاحب
(19) محترم سید مبشر احمد صاحب ایاز

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل احباب اس مجلس کے اعزازی رکن ہوں گے۔

(1) محترم عبدالوہاب بن آدم صاحب (غانا)
(2) محترم افتخار احمد صاحب ایاز (یو۔کے)

اس مجلس کے صدر محترم مرزا عبدالحق صاحب، نائب صدر اول محترم چوہدری عبدالرحمان صاحب، نائب صدر دوم محترم شیخ مظفر احمد صاحب اور سیکرٹری محترم مبشر احمد صاحب کاہلوں ہوں گے۔ اس کے علاوہ مجلس کو یہ بھی اختیار ہو گا کہ وہ دوسرے ممالک کے صاحب علم احمدیوں کو مجلس کا اعزازی ممبر بنانے کے لئے میرے پاس سفارش کرے۔

والسلام خاکسار
مرزا طاہر احمد
خلیفۃ المسیح الرابع

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی

ایک عظیم الشّان دعا

اور اس کی غیر معمولی تاثیرات

محمود مجیب اصغر

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ضمیمہ تریاق القلوب نمبر ۵ میں تین اشعار کے بعد حسب ذیل عنوان سے ایک جامع دعا تحریر فرمائی ہے:

اس عاجز غلام احمد قادیانی کی آسمانی گواہی طلب کرنے کے لئے ایک دعا اور حضرت عزّت سے اپنی نسبت آسمانی فیصلہ کی درخواست

☆......☆......☆

اے میرے حضرت اعلیٰ ذوالجلال قادر قدوس حیّ و قیوم جو ہمیشہ راستبازوں کی مدد کرتا ہے تیرا نام ابدالآباد مبارک ہے۔ تیرے قدرت کے کام کبھی رک نہیں سکتے۔ تیرا قوی ہاتھ ہمیشہ عجیب کام دکھلاتا ہے۔ تو نے ہی اس چودھویں صدی کے سر پر مجھے مبعوث کیا اور فرمایا کہ "اٹھ کہ میں نے تجھے اس زمانہ میں اسلام کی حجت پوری کرنے کے لئے اور اسلامی سچائیوں کو دنیا میں پھیلانے کے لئے اور ایمان کو زندہ اور قوی کرنے کے لئے چنا"۔ اور تو نے ہی مجھے کہا کہ "تو میری نظر میں منظور ہے۔ میں اپنے عرش پر تیری تعریف کرتا ہوں"۔ اور تو نے ہی مجھے فرمایا کہ "تو وہ مسیح موعود ہے جس کے وقت کو ضائع نہیں کیا جائے گا"۔ اور تو نے ہی مجھے مخاطب کر کے کہا کہ "تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید"۔ اور تو نے ہی مجھے فرمایا کہ "میں نے لوگوں کی دعوت کے لئے تجھے منتخب کیا۔ ان کو کہہ دے کہ میں تم سب کی طرف بھیجا گیا ہوں اور سب سے پہلا مومن ہوں"۔ اور تو نے ہی مجھے کہا کہ "میں نے تجھے اس لئے بھیجا ہے کہ تا اسلام کو تمام قوموں کے آگے روشن کر کے دکھلاؤں اور کوئی مذہب ان تمام مذہبوں میں سے جو زمین پر ہیں برکات میں، معارف میں، تعلیم کی عمدگی میں، خدا کی تائیدوں میں، خدا کے عجائب غرائب نشانوں میں اسلام سے ہمسری نہ کر سکے"۔ اور تو نے ہی مجھے فرمایا کہ "تو میری درگاہ میں وجیہہ ہے۔ میں نے اپنے لئے تجھے اختیار کیا"۔

مگر اے میرے قادر خدا! تو جانتا ہے کہ اکثر لوگوں نے مجھے منظور نہیں کیا اور مجھے مفتری سمجھا اور میرا نام کافر اور کذاب اور دجال رکھا گیا۔ مجھے گالیاں دی گئیں اور طرح طرح کی دلآزار باتوں سے مجھے ستایا گیا۔ اور میری نسبت یہ بھی کہا گیا کہ "حرام خور، لوگوں کا مال کھانے والا، وعدوں کا تخلف کرنے والا، حقوق کو تلف کرنے والا، لوگوں کو گالیاں دینے والا، عہدوں کو توڑنے والا، اپنے نفس کے لئے مال کو جمع کرنے والا اور شریر اور خونی ہے"۔

یہ وہ باتیں ہیں جو خود ان لوگوں نے میری نسبت کہیں جو مسلمان کہلاتے اور اپنے تئیں اچھے اور اہلِ عقل اور پرہیزگار جانتے ہیں اور ان کا نفس اس بات کی طرف مائل ہے کہ در حقیقت جو کچھ وہ میری نسبت کہتے ہیں سچ کہتے ہیں اور انہوں نے صدہا آسمانی نشان تیری طرف سے دیکھے مگر پھر بھی قبول نہیں کیا۔ وہ میری جماعت کو نہایت تحقیر کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ہر ایک ان میں سے جو بدزبانی کرتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ بڑے ثواب کا کام کر رہا ہے۔ سوائے میرے مولا قادر خدا! اب مجھے راہ بتلا اور کوئی ایسا نشان ظاہر فرما جس سے تیرے سلیم الفطرت بندے نہایت قوی طور پر یقین کریں کہ میں تیرا مقبول ہوں۔ اور جس سے ان کا ایمان قوی ہو اور وہ تجھے پہچانیں اور تجھ سے ڈریں۔ اور تیرے اس بندے کی ہدایتوں کے موافق ایک پاک تبدیلی ان کے اندر پیدا ہو۔ اور زمین پر پاکی اور پرہیزگاری کا اعلیٰ نمونہ دکھلاویں۔ اور ہر ایک طالب حق کو نیکی کی طرف کھینچیں اور اس طرح پر تمام قومیں جو زمین پر ہیں تیری قدرت اور تیرے جلال کو دیکھیں اور سمجھیں کہ تُو اپنے اس بندے کے ساتھ ہے۔ اور دنیا میں تیرا جلال چمکے اور تیرے نام کی روشنی اس بجلی کی طرح دکھلائی دے کہ جو ایک لحہ میں مشرق سے مغرب تک اپنے تئیں پہنچاتی اور شمال و جنوب میں اپنی چمکیں دکھلاتی ہے۔ **لیکن اگر اے پیارے مولیٰ! میری رفتار تیری نظر میں اچھی نہیں ہے تو مجھ کو اس صفحۂ دنیا سے مٹا دے تا میں بدعت اور گمراہی کا موجب نہ ٹھہروں۔**

میں اس درخواست کے لئے جلدی نہیں کرتا۔ تا میں خدا کے امتحان کرنے والوں میں شمار نہ کیا جاؤں۔ لیکن میں عاجزی سے اور حضرت ربوبیت کے ادب سے یہ التماس کرتا ہوں کہ اگر میں اس عالی جناب کا منظور نظر ہوں تو تین سال کے اندر کسی وقت میری اس دعا کے موافق میری تائید میں کوئی ایسا آسمانی نشان ظاہر ہو جس کو انسانی ہاتھوں اور انسانی تدبیروں کے ساتھ کچھ بھی تعلق نہ ہو جیسا کہ آفتاب کے طلوع اور غروب کو انسانی تدبیروں سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ اگرچہ اے میرے خداوند یہ سچ ہے کہ تیرے نشان انسانی ہاتھوں سے بھی ظہور میں آتے ہیں لیکن اس وقت میں اسی بات کو اپنی سچائی کا معیار قرار دیتا ہوں کہ وہ نشان انسانوں کے تصرفات سے بالکل بعید ہو تا کوئی دشمن اس کو انسانی منصوبہ قرار نہ دے سکے۔ سوائے

میرے خدا تیرے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ اگر تُو چاہے تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ تو میرا ہے جیسا کہ میں تیرا ہوں۔ تیری جناب میں الحاح سے دعا کرتا ہوں کہ اگر یہ سچ ہے کہ میں تیری طرف سے ہوں۔ اور اگر یہ سچ ہے کہ تُو نے ہی مجھے بھیجا ہے تو تُو میری تائید میں اپنا کوئی ایسا نشان دکھلا کہ جو پبلک کی نظر میں انسانوں کے ہاتھوں اور انسانی منصوبوں سے برتر یقین کیا جائے تا لوگ سمجھیں کہ میں تیری طرف سے ہوں۔

اے میرے قادر خدا! اے میرے توانا اور سب قوتوں کے مالک خداوند! تیرے ہاتھ کے برابر کوئی ہاتھ نہیں اور کسی جن اور بھوت کو تیری سلطنت میں شرکت نہیں۔ دنیا میں ہر ایک فریب ہوتا ہے اور انسانوں کو شیاطین بھی اپنے جھوٹے الہامات سے دھوکہ دیتے ہیں مگر کسی شیطان کو یہ قوت نہیں دی گئی کہ وہ تیرے نشانوں اور تیرے ہیبتناک ہاتھ کے آگے ٹھہر سکے۔ یا تیری قدرت کی مانند کوئی قدرت دکھلا سکے کیونکہ تو وہ ہے جس کی شان لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہے اور جو العلیّ العظیم ہے۔ جو لوگ شیطان سے الہام پاتے ہیں ان کے الہاموں کے ساتھ کوئی قادرانہ غیب گوئی کی روشنی نہیں ہوتی جس میں الوہیت کی قدرت اور عظمت اور ہیبت بھری ہوئی ہو۔ وہ تُو ہی ہے جس کی قوت سے تمام تیرے نبی تحدّی کے طور پر اپنے معجزانہ نشان دکھلاتے رہے ہیں اور بڑی بڑی پیشگوئیاں کرتے رہے ہیں جن میں اپنا غلبہ اور مخالفوں کی درماندگی پہلے سے ظاہر کی جاتی تھی۔ تیری پیشگوئیوں میں تیرے جلال کی چمک ہوتی ہے اور تیری الوہیت کی قدرت اور عظمت اور حکومت کی خوشبو آتی ہے اور تیرے مرسلوں کے آگے فرشتہ چلتا ہے تا ان کی راہ میں کوئی شیطان مقابلہ کے لئے ٹھہر نہ سکے۔ مجھے تیری عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے تیرا فیصلہ منظور ہے۔ پس اگر تُو تین برس کے اندر جو **جنوری ۱۹۰۰ء عیسوی سے شروع ہو کر دسمبر ۱۹۰۲ء عیسوی تک پورے ہو جائیں** گے میری تائید میں اور میری تصدیق میں کوئی آسمانی نشان نہ دکھلاوے اور اپنے اس بندہ کو ان لوگوں کی طرح رد کر دے جو تیری نظر میں شریر اور پلید اور بے دین اور کذّاب اور دجّال اور خائن اور مفسد ہیں تو میں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں اپنے تئیں صادق نہیں سمجھوں گا۔ اور ان تمام تہمتوں اور الزاموں اور بہتانوں کا اپنے تئیں مصداق سمجھ لوں گا جو میرے پر لگائے جاتے ہیں۔ دیکھ! میری روح نہایت توکّل کے ساتھ تیری طرف ایسی پرواز کر رہی ہے جیسا کہ پرندہ اپنے آشیانہ کی طرف آتا ہے۔ تو میں تیری قدرت کے نشان کا خواہشمند ہوں لیکن نہ اپنے لئے اور نہ اپنی عزت کے لئے بلکہ اس لئے کہ لوگ تجھے پہچانیں اور تیری پاک راہوں کو اختیار کریں۔ اور جس کو تُو نے بھیجا ہے اس کی تکذیب کر کے ہدایت سے دور نہ پڑ جائیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تُو نے مجھے بھیجا ہے اور میری تائید میں بڑے بڑے نشان ظاہر کئے ہیں یہاں تک کہ سورج اور چاند کو حکم دیا کہ وہ رمضان میں پیشگوئی کی تاریخوں کے موافق گرہن میں آویں۔ اور تو نے وہ تمام نشان جو ایک سو سے زیادہ ہیں میری تائید میں دکھلائے جو میرے رسالہ تریاق القلوب میں درج ہیں۔

تو نے مجھے وہ چوتھا لڑکا عطا فرمایا جس کی نسبت میں نے پیشگوئی کی تھی کہ عبدالحق غزنوی حال امرتسری نہیں مرے گا جب تک وہ لڑکا پیدا نہ ہو لے۔ سو وہ لڑکا اس کی زندگی میں ہی پیدا ہو گیا۔ میں ان نشانوں کو شمار نہیں کر سکتا جو مجھے معلوم ہیں۔ میں تجھے پہچانتا ہوں کہ تو ہی میرا خدا ہے۔ اس لئے میری روح تیرے نام سے ایسی اچھلتی ہے جیسا کہ شیر خوار بچہ ماں کے دیکھنے سے۔ لیکن اکثر لوگوں نے مجھے نہیں پہچانا اور نہ قبول کیا۔ اس لئے نہ میں نے بلکہ میری روح نے اس بات پر زور دیا کہ میں یہ دعا کروں کہ اگر میں تیرے حضور میں سچا ہوں اور اگر تیرا غضب میرے پر نہیں ہے۔ اور اگر میں تیری جناب میں مستجاب الدعوات ہوں تو ایسا کر کہ جنوری ۱۹۰۰ء سے اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک میرے لئے کوئی اور نشان دکھلا اور اپنے بندے کے لئے گواہی دے جس کو زبانوں سے کچلا گیا ہے۔

دیکھ! میں تیری جناب میں عاجزانہ ہاتھ اٹھاتا ہوں کہ تو ایسا ہی کر۔ اگر میں تیرے حضور میں سچا ہوں اور جیسا کہ خیال کیا گیا ہے کافر اور کاذب نہیں ہوں تو ان تین سال میں جو اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک ختم ہو جائیں گے کوئی ایسا نشان دکھلا جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو جبکہ تو نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ میں تیری ہر ایک دعا کو قبول کروں گا مگر شرکاء کے بارے میں نہیں۔ تبھی سے میری روح دعاؤں کی طرف دوڑتی ہے اور میں نے اپنے لئے یہ قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر میری یہ دعا قبول نہ ہو تو میں ایسا مردود اور ملعون اور کافر اور بے دین اور خائن ہوں جیسا کہ مجھے سمجھا گیا ہے۔ اگر میں تیرا مقبول ہوں تو میرے لئے آسمان سے ان تین برسوں کے اندر **گواہی دے تا ملک میں امن اور صلحکاری پھیلے** اور تا لوگ یقین کریں کہ تُو موجود ہے اور دعاؤں کو سنتا اور ان کی طرف جو تیری طرف جھکتے ہیں جھکتا ہے۔ اب تیری طرف اور تیرے فیصلہ کی طرف ہر روز میری آنکھ رہے گی جب تک آسمان سے تیری نصرت نازل ہو۔ اور میں کسی مخالف کو اس اشتہار میں مخاطب نہیں کرتا اور نہ ان کو کسی مقابلہ کے لئے بلاتا ہوں۔

یہ میری دعا تیری ہی جناب میں ہے کیونکہ تیری نظر سے کوئی صادق یا کاذب غائب نہیں ہے۔ میری روح گواہی دیتی ہے کہ تو صادق کو ضائع نہیں کرتا اور کاذب تیری جناب میں کبھی عزت نہیں پا سکتا۔ اور وہ جو کہتے ہیں کہ کاذب بھی نبیوں کی طرح تحدی کرتے ہیں اور ان کی تائید اور نصرت بھی ایسی ہی ہوتی ہے جیسا کہ راستباز نبیوں کی وہ جھوٹے ہیں اور چاہتے ہیں کہ نبوت کے سلسلہ کو مشتبہ کر دیں۔

بلکہ تیرا قہر تلوار کی طرح مفتری پر پڑتا ہے اور تیرے غضب کی بجلی کذاب کو بھسم کر دیتی ہے۔ مگر صادق تیرے حضور میں زندگی اور عزت پاتے ہیں۔ تیری نصرت اور تائید اور تیرا فضل اور رحمت ہمیشہ ہمارے شامل حال رہے۔ آمین ثم آمین۔

المشتہر مرزا غلام احمد از قادیان۔

۵/نومبر ۱۸۹۹ء

☆......☆......☆

اس دعا کی قبولیت اور تاثیرات

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ۱۹۷۸ء کے جلسہ سالانہ ربوہ پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس حیرت انگیز اور عظیم الشان دعا کا تفصیل سے تذکرہ کیا اور فرمایا:

"......... یہ تین سال جس میں انیسویں صدی کا آخری سال اور بیسویں صدی کے پہلے دو سال تھے اس تین سال کے عرصہ میں اس دعا کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو وعدے کئے اور آپؑ کی صداقت کے لئے جو نشان دکھائے تذکرہ کے صفحہ نمبر ۳۳۴ سے صفحہ نمبر ۴۶۴ تک یعنی قریباً ایک سو تمیں (۱۳۰) صفحات پر مشتمل ہیں۔ تذکرہ وہ کتاب ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات چھپے ہیں۔

ایک نشان مانگا تھا اپنے رب کے حضور عاجزانہ جھک کر، لیکن پیار کرنے والے ربّ نے ایک نشان نہیں بلکہ ایک کے بعد دوسرا، ایک کے بعد دوسرا نشان دکھایا اور تین سالوں کے اندر علی ہذالقیاس کئی نشان دکھائے۔ اس کی تفصیل میں جانے کا وقت نہیں۔ میں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ گھر جاکر "تذکرہ" کے صفحات ضرور دیکھیں کہ ان تین سالوں میں خدا تعالیٰ نے کیا کیا نشان دکھائے ہیں۔

ابھی یہ تین سال ختم نہیں ہوئے تھے، دسمبر ۱۹۰۳ء کی بات ہے خدا تعالیٰ نے آپ سے یہ فرمایا کہ تو مجھے کہتا ہے کہ اگر میں تیری نگاہ میں ایسا ہی کذاب اور جھوٹ بولنے والا اور افترا کرنے والا ہوں تیرے پر، جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں تو تُو مجھے مٹا دے۔ اس کا جواب میں یہ دیتا ہوں **کہ اے ابراہیم تجھ پر میرا سلام ہو تو کامیاب ہو گا۔**

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ اس دعا سے قبل بھی اگرچہ جماعت احمدیہ ترقی تو کر رہی تھی لیکن تعداد کے لحاظ سے بہت ہی آہستہ ترقی ہو رہی تھی لیکن ان تین سالوں میں یک دم خدا تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں ایک ایسا انقلاب عظیم بپا کر دیا جو انسانی ہاتھ اور انسانی طاقت سے بالا ہے اور انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ یہ انقلابِ عظیم بپا ہوا کہ جماعت کی ترقی کی رفتار جو پہلے بڑی آہستہ تھی اس میں تیزی پیدا ہو گئی اور پچھلے سارے زمانہ کی نسبت ان تین سالوں میں کئی گنا لوگ احمدیت میں داخل ہو گئے، جماعت مضبوط ہو گئی.........۔

میں یہ کہتا ہوں......... یہ نشان ایک جگہ کھڑا نہیں رہا یعنی یہ نہیں ہوا کہ یہ نشان وہاں پر ختم ہو گیا ہو بلکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جو وعدہ فرمایا تھا کہ جس مقصد کے لئے آپ کو کھڑا کیا گیا ہے جب تک اس میں کامیابی نہیں ہو جاتی اور نوع انسانی کی بڑی بھاری اکثریت خدا تعالیٰ کے جھنڈے تلے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں جمع نہیں ہو جاتی اس وقت تک یہ نشان اپنے جلوے ظاہر کرتا چلا جائے گا۔

اگر اس صدی کے پہلے دو سال نکال دیں تو قریباً ۷۶ سال پر یہ نشان پھیلا ہوا نظر آتا ہے۔ (یہ ۱۹۷۸ء کا خطاب ہے۔ ناقل) یعنی آخر ۱۹۰۲ء تک کے زمانہ میں نشان مانگا گیا تھا اور اس کے متعلق آپ نے لکھا ہے کہ جماعت کی ترقی کی رفتار ایک دم بڑھ گئی اور لوگ کثرت سے احمدی ہونے لگے۔ چنانچہ اس ۷۶ سال میں یہ تعداد اس وعدہ کے مطابق جو خدا تعالیٰ نے اپنے اس عاجز بندے سے کیا تھا ایک کروڑ تک پہنچ گئی۔ **الحمدللہ علی ذالک۔**

(الفضل ربوہ ۲۲/فروری ۱۹۷۹ء)

☆......☆......☆

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی تمنّا

اس خطاب میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مزید فرمایا:-

"دوست دعائیں کریں اور بہت دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ جلد غلبۂ اسلام کے سامان پیدا کرے۔ ہماری آئندہ آنے والی نسلوں کو چاہئے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور جماعت احمدیہ کی ترقی کی رفتار میں جو تیزی اور شدت پیدا ہو چکی ہے اور جماعت ہر سال پہلے سے زیادہ تعداد میں بڑھتی چلی جاتی ہے یہ ہر سال ہی پہلے سے زیادہ بڑھتی چلی جائے اور ہماری کسی نسل کی کمزوری کے نتیجہ میں اس میں کمزوری نہ پیدا ہو.........۔ اب نئی نسلوں کے کندھوں پر بوجھ پڑنے ہیں۔ ہم اُن نئی نسلوں میں شامل ہیں۔ ہمارے بعد اور نئی نسلیں آئیں گی۔

میں بخیل نہیں ہوں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ تمہیں مجھ سے بڑھ کر توفیق ملے خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانیاں دینے کی اور مجھ سے زیادہ تم اس کے فضلوں کے وارث بنو۔

(بحوالہ الفضل ربوہ ۲۲/فروری ۱۹۷۹ء)

دورِ خلافتِ رابعہ میں عظیم ترقیات

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا دور ۱۰/جون ۱۹۸۲ء سے شروع ہوا۔ حضور انور ایدہ اللہ کو اضطراری حالات میں اپریل ۱۹۸۴ء میں امتناع قادیانیت آرڈیننس کے نفاذ پر پاکستان سے انگلستان ہجرت کرنی پڑی لیکن مخالفین کی تمام رکاوٹوں کے باوجود جماعت کی ترقی کی رفتار میں مسلسل اضافہ اور شدت پیدا ہوتی چلی گئی۔

دورِ خلافتِ رابعہ کا آغاز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماموریت کے الہام کے پورے ایک سو سال بعد ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو

مارچ ۱۸۸۲ء میں ماموریت کا پہلا الہام ہوا تھا۔ اس لحاظ سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کے دور خلافت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے کی تاریخ کو دہرایا جارہا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں آج وہی زمانہ دکھارہا ہے اور عین ان دنوں والی تجلی اور حالات میں ارتعاش پیدا ہو چکا ہے۔ چنانچہ ۱۸۹۹ء میں جو دعا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کی تھی یہ اس کی تاثیر ہے کہ پورے ایک سو سال بعد صرف ۱۹۹۹ء کے سال کے دوران جماعت احمدیہ کی سالانہ ترقی ایک کروڑ نفوس تک پہنچ گئی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۱۹۹۹ء کے جلسہ سالانہ پر فرمایا:

"بعض امور ایسے ہیں جن کا تعلق جماعت احمدیہ کی تاریخ سے گہرا ربط ہے۔ اس اعتبار سے اس جلسہ کو ایک سنگ میل قرار دیا جاسکتا ہے۔ خدا تعالیٰ ہماری فتوحات کی راہوں کو اور وسیع کر دے .... ایک سال ہی میں ایک کروڑ سے زائد افراد کے احمدی ہونے کی اطلاع مل چکی ہے۔ آج تک دنیا کے کسی مذہب کو یہ توفیق نہیں مل سکی کہ ایک سال میں اتنی بڑی تعداد میں لوگ اس مذہب میں شامل ہوئے ہیں۔ عیسائیت اپنی ساری ترقی کے باوجود یہ ثابت نہیں کر سکتی............"

(الفضل ربوہ ۲/اگست ۱۹۹۹ء)

امید کی جاتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۹۹ء میں جس نشان کے لئے دعا کی تھی کہ یکم جنوری ۱۹۰۰ء سے ۳۱/دسمبر ۱۹۰۲ء تک ظاہر ہو، وہ ایک نئی شان کے ساتھ یکم جنوری ۲۰۰۰ء سے ۳۱/دسمبر ۲۰۰۲ء تک ظاہر ہوگا اور دنیا احمدیت کی غیر معمولی عالمگیر اور دائمی ترقی کے نظارے دیکھے گی کیونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دور خلافت میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کی تاریخ کو دہرایا جارہا ہے اور عین ان دنوں والی تجلی اور حالات میں ارتعاش پیدا ہو چکا ہے جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی دائمی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کی صحت اور عمر میں خارق عادت طور پر برکت دے اور ہم سب احمدیوں کو خلافت کے دامن سے وابستہ رکھ کر نسلاً بعد نسلٍ خدمات دینیہ کی توفیق دیتا چلا جائے۔ آمین۔

حضرت مسیح موعودؑ کے اخلاق کریمانہ
(عیادتِ مریض)

آنحضرت ﷺ نے ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حقوق کے بیان میں عیادت مریض کو اوّلیت دی ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کا موجب قرار دیا ہے۔ خود آنحضرت ﷺ مریض کی عیادت میں مسلم وغیر مسلم کا کوئی امتیاز روانہ رکھتے تھے۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومن مریض کی خطائیں معاف کر دیتا ہے۔

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۵ و ۲۶/مارچ ۹۹ء میں حضرت مسیح موعودؑ کے خلق کریمانہ کا بیان کرتے ہوئے مکرم نصراللہ خان صاحب ناصر نے تیمارداری اور عیادت کو موضوع بنایا ہے۔

حضرت مہر حامد علی صاحبؓ کا مکان قادیان سے باہر وہاں تھا جہاں کوڑا کرکٹ جمع ہوتا ہے۔ اور وہ زمیندار تھے اس لئے گھر میں بھی صفائی کا التزام نہ تھا۔ مویشیوں کا گوبر اور اسی قسم کی دوسری چیزیں پڑی رہتی تھیں۔ وہ بیمار ہوئے تو حضرت مسیح موعودؑ بارہا اُن کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ ہمراہ جانے والے اصحابؓ قدرتی طور پر تعفن اور بدبو سے سخت تکلیف محسوس کرتے لیکن حضور نے کبھی اشارتاً بھی اس کا اظہار نہ کیا اور نہ اس تکلیف نے آپ کو اُن کی عیادت اور خبرگیری سے روکا۔ آپ جب جاتے تو اُن سے بہت محبت اور دلجوئی کی باتیں کرتے، مرض کے متعلق دیر تک دریافت فرماتے اور تسلی دیتے، ادویات بھی بتاتے اور توجہ الی اللہ کی بھی ہدایت فرماتے۔ اگرچہ وہ معمولی زمیندار ہونے کی وجہ سے حضور کی رعایا کا ایک فرد تھے لیکن دیکھنے والے صاف طور پر کہتے کہ کوئی عزیزوں کی خبرگیری بھی اس طرح نہیں کرتا۔

حضرت مولوی محمد دین صاحبؓ اپنے ایک ناسور کے علاج کے سلسلہ میں قادیان آئے۔ یہاں انہیں ایک مرتبہ طاعون ہوگیا۔ حضور نے اُن کے لئے ایک خیمہ کھلی ہوا میں لگوا دیا اور حضرت شیخ عبدالرحیم صاحبؓ کو تیمارداری کے لئے مقرر کیا۔ حضرت شیخ صاحبؓ نے حضور کے حکم کی تعمیل میں ایثار و قربانی کا وہ نمونہ دکھایا جو قلبی تعلق کے بغیر ممکن نہیں۔ حضور روزانہ دو تین مرتبہ خاص طور پر مولوی صاحبؓ کی خبر منگواتے اور اپنے ہاتھ سے دوائی تیار کر کے بھیجتے۔ اللہ تعالیٰ نے شفا بخشی اور پھر مولوی صاحبؓ قادیان کے ہی ہو کر رہ گئے۔ یہیں رہتے ہوئے آپ نے بی۔اے کیا اور پھر امریکہ میں تبلیغ کی سعادت پانے کے علاوہ رسالہ ریویو کے ایڈیٹر، تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر اور مینیجر بھی رہے۔

حضرت مولانا یعقوب علی عرفانی صاحبؓ ۱۹۰۱ء میں ناسور ہونے کی وجہ سے سخت بیمار ہوگئے اور جب ایک سال تک مختلف ڈاکٹروں کے علاج سے کچھ فائدہ نہیں ہوا تو کسی کے مشورہ پر قادیان آگئے۔ حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحبؓ نے ناسور دیکھا تو فرمایا کہ اس کا رُخ دل کی طرف ہو گیا ہے اس کے لئے دوا کی نسبت دعا کی زیادہ ضرورت ہے۔ چنانچہ نماز کے وقت مسجد میں جب حضورؑ تشریف لائے تو حضرت مولوی صاحبؓ نے آپؑ کو پکڑ کر حضور کے سامنے کر دیا اور صرف اتنا کہا کہ بہت خطرناک مرض ہے۔ حضور نے مرض کی بابت دریافت کیا تو آپؓ جو تیرہ ماہ سے اذیت میں مبتلا تھے، حضور کے چہرہ پر ہمدردی کے آثار دیکھ کر اور زبان مبارک سے پاک کلمات سن کر چشم پُرآب

ہوگئے۔ آپؓ بیان کرتے ہیں کہ "میں اپنی بساط کو جانتا تھا، میری حالت یہ تھی، محض ایک لڑکا، میلے اور پرانے دریدہ وضع کپڑے، چھوٹے درجہ اور چھوٹی قوم کا آدمی۔ میرے منہ سے لفظ نہ نکلا سوائے اس کے کہ آنسو جاری ہوگئے"۔ حضور نے فرمایا "مَیں تمہارے لئے دعا کروں گا، انشاء اللہ اچھے ہو جاؤ گے"۔ تب حضرت مولوی صاحبؓ نے دوا شروع کی اور آپؓ ایک ہی مہینہ میں تندرست ہوگئے۔ اس کے بعد آپؓ نے اپنے وطن کو خیر باد کہہ کر قادیان میں ہی رہائش اختیار کرلی۔

ایک موقع پر حضرت عرفانی صاحبؓ کو طاعون ہوگئی۔ حضور نے نہ صرف خاص طور پر دعا کی بلکہ دوا بھی اپنے ہاتھوں سے تیار کرکے بھجواتے رہے اور دو تین وقت خبر منگواتے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے شفا ہوئی۔ حضور کی شفقت کے ذکر میں آپؓ بیان کرتے ہیں "مجھے یہ محبت و شفقت اپنے گھر میں ڈھونڈنے سے بھی نہ ملی تھی، اس لئے مَیں تو گرویدہ حسن واحسان ہوگیا"۔

اسی طرح حضرت عرفانی صاحبؓ جب حضورؑ کے ہمراہ ایک سفر کے دوران رات گئے دردِ معدہ سے اچانک بیمار ہوئے تو آپؓ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے قریب آکر لیٹ گئے کہ جب وہ کروٹ لیں گے تو مَیں عرض کروں گا۔ اسی اثناء میں آپؓ کے منہ سے ہائے نکلی تو ساتھ کے کمرہ سے حضرت مسیح موعودؑ فوراً تشریف لائے اور پوچھا میاں یعقوب علی کو کیا ہوا؟۔ ساتھ ہی دوسرے احباب بھی اٹھ بیٹھے۔ جب صبح قافلہ قادیان روانہ ہو رہا تھا تو آپؓ نے خدمت اقدسؑ میں عرض کیا کہ حضورؑ یا مجھے ساتھ لے جائیں یا لاہور پہنچادیں۔ حضور بار بار آپؓ کو تسلی دیتے کہ مَیں انتظام کرکے جاؤں گا، تم کو آرام آجائے گا، اگر کہو گے تو مَیں آج نہیں جاؤں گا۔...... چنانچہ حضورؑ نے دو اصحاب کو آپؓ کی خدمت کے لئے پیچھے چھوڑا اور اس مقصد کے لئے ایک خاص رقم بھی انہیں دی۔ پھر جب آپؓ کو کچھ افاقہ ہوا تو یہ تینوں بھی قادیان چلے آئے اور وہاں چند روز میں آپؓ کامل شفایاب ہوگئے۔

حضرت اقدسؑ کا ایک خادم پیرا پہاڑیا تھا جس کی حالت نیم وحشی سی تھی اور وہ ہر ایک قسم کے آداب اور انسانیت کے معمولی لوازم سے بھی ناواقف تھا۔ اُسے ایک بار طاعون ہوا تو حضور نے کھلی ہوا میں خیمہ لگوا کر اُس میں ٹھہرایا اور تیمارداری کے لئے خان اکبر خان صاحب کو مقرر کیا اور کیوڑہ کے قیمتی عرق کی کئی بوتلیں اُن کے سپرد کیں اور جونکیں لگوانے کے ساتھ ساتھ مختلف ہدایات دے کر فرمایا کہ اس کے علاج میں کسی خرچ کا مضائقہ نہ کیا جاوے۔ خان صاحب نے جونکوں والے کو تلاش کیا لیکن جونکیں مہیا نہ ہوسکیں۔ حکم کی تعمیل نہ ہوئی۔ پیرا فوت ہوگیا۔ اس پر حضور نے خانصاحب کو جونکیں مہیا نہ کرنے پر سخت خفگی کا اظہار کیا۔

اگست ۱۹۰۵ء میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ بیمار ہوئے۔ کاربنکل کا اپریشن متعدد مرتبہ کروانا پڑا۔ بعض اوقات سخت نازک حالت ہوگئی۔ حضور علیہ السلام بار بار حال دریافت فرماتے اور علاج میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے۔ ایک بار جب حالت بہت نازک ہوگئی تو حضور کی خدمت میں اطلاع کی گئی۔ آپ اندر سے کچھ مشک لائے کہ یہ دو۔ اور پھر دعا میں مشغول ہوگئے۔ فرمایا کہ ہمارے پاس سب سے بڑا ہتھیار دعا ہی ہے۔...... حضرت عرفانی صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ کئی لوگ شاہد ہیں کہ جونہی حضور نے دعا کے لئے سجدہ میں سر رکھا تو مولوی صاحب کی حالت اصلاح پکڑنے لگی اور ابھی حضور دعا سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ نبض بالکل درست اور طاقتور ہوگئی۔ لیکن اُن ایام میں حضرت کئی رات بالکل نہیں سوئے اور رات کو جب دنیا سوتی تھی تو کئی بار حضرت مولوی صاحبؓ کے دروازہ پر آکر حال پوچھتے تھے اور دعا میں مصروف ہو جاتے تھے۔ ایک روز فرمایا کہ مَیں نے بہت دعا کی ہے، اس قدر دعا کی ہے کہ اگر تقدیر مبرم نہیں تو انشاء اللہ بہت مفید ہوگی۔

حضرت مفتی فضل الرحمان صاحب کا بیٹا جو پیدائشی گونگا اور بہرہ تھا ساڑھے چار سال کی عمر میں ٹائیفائیڈ سے بیمار ہوا تو حضرت اقدسؑ کئی بار اس کی عیادت کو تشریف لے گئے۔

بہت سے غریب مخلصین جو مہمان خانہ میں رہتے تھے۔ حضور اُن کی تیمارداری کو اکثر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ان میں حاجی الٰہی بخش صاحب لدھیانوی، الٰہی بخش صاحب مالیر کوٹلوی اور حاجی فضل حسین صاحب مہاجر شاہجہانپوری شامل ہیں۔

فجا نامی میلی کچیلی شکل کا ایک یتیم لڑکا حضور کا خادم تھا۔ اس کی طبیعت میں شوخی بہت تھی اور اسی وجہ سے ایک بار کھولتا ہوا پانی گرنے سے وہ جل گیا۔ حضور کو سخت صدمہ ہوا اور آپ ہمہ تن اُس کے علاج میں مشغول ہوگئے۔ حضور نے نہ روپیہ کی پرواہ کی اور نہ اپنے ہاتھ سے کام کرنے میں کوئی مضائقہ کیا۔ اُس کو ہمیشہ تسلّی دیتے اور فرماتے کہ اگر یہ اس صدمہ سے بچ گیا تو نیک ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے صحت عطا فرمائی اور وہ ایک مخلص احمدی ثابت ہوا۔

ایک غریب الوطن عبدالکریم کو جب ایک دیوانہ کتے نے کاٹ لیا تو اُن کو علاج کے لئے کسولی بھیجا گیا۔ جب وہ شفایاب ہوکر واپس قادیان آئے تو اچانک بیمار عود کر آئی اور دیوانگی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ کسولی سے ڈاکٹروں نے اس بیماری کو لاعلاج بتایا۔ حضور کو جب اس کی خبر ہوئی تو آپ نے بہت توجہ فرمائی۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد اس کی خبر منگواتے اور اپنے ہاتھ سے دوا تیار کرکے اس کے لئے بھجواتے تھے۔ نہایت اضطراب سے دعائیں بھی کیں اور اللہ تعالیٰ نے اس ناقابل علاج مریض کو شفا بخشی۔

حضرت اقدسؑ قادیان کے رئیس اعظم تھے۔ لیکن انسانی ہمدردی اور غمگساری نے آپ کو اُن بیماروں کی عیادت سے بھی محروم نہیں رکھا جن کا

تعلق آپ کی قوم سے نہیں تھا۔ چنانچہ حضور کے کئی نشانوں کے گواہ لالہ شرمپت رائے ایک بار بیمار ہوئے تو حضور اُن کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ اُنہیں اپنی موت کا یقین تھا اور وہ بہت پریشان تھے۔ حضور نے انہیں بہت تسلّی دی اور اگلے روز ڈاکٹر عبداللہ صاحب کو ہمراہ لے کر لالہ صاحب کے گھر گئے اور ڈاکٹر صاحب کو خصوصیت سے علاج پر مامور کیا اور علاج کا بار بھی لالہ صاحب پر نہیں ڈالا۔ وہ ہمیشہ حضور سے کہتے کہ میرے لئے دعا کرو۔ حضور بلاناغہ اُن کی عیادت کو تشریف لے جاتے رہے۔ جب نازک حالت عمدہ میں تبدیل ہوگئی تو وقفہ وقفہ سے جانا شروع کر دیا حتی کہ وہ بالکل صحتیاب ہوگئے۔

اسی طرح لالہ ملاوامل صاحب بھی حضور کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔ بائیس سال کی عمر میں بعارضہ عرق النساء بیمار ہوگئے۔ حضور صبح و شام اُن کی خبر خادم کے ذریعہ منگواتے تھے اور دن میں ایک مرتبہ خود تشریف لے جاکر عیادت کرتے تھے اور علاج بھی فرماتے تھے۔ ایک صبح جب خادم خبر پوچھنے گیا تو لالہ صاحب نے پیغام بھیجا کہ حضور خود آئیں۔ حضور فوراً تشریف لے گئے۔ لالہ صاحب کی حالت خراب ہورہی تھی۔ حضور نے علاج تجویز کیا جس سے خداتعالیٰ کے فضل سے صحت عطا ہوئی۔

اگست ۱۹۰۲ء میں ایک قریشی صاحب جو غیراحمدی تھے، حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحبؓ سے علاج کی غرض سے قادیان آئے۔ انہوں نے متعدد مرتبہ حضرت اقدس سے دعا کے لئے بھی عرض کیا اور حضور نے دعا کا وعدہ فرمایا۔ ایک روز انہوں نے پیغام بھیجا کہ وہ زیارت کا شرف حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن اپنے پاؤں متورم ہونے کی وجہ سے ایسا ممکن نہیں۔ چنانچہ حضور اگلے روز جب سیر کیلئے نکلے تو اُن کے مکان پر بھی تشریف لے گئے اور عیادت فرمائی۔

حضور کی انسانی ہمدردی ہی تھی کہ علاقہ کی غریب گنوار عورتیں وقت بے وقت اپنے بچوں کو لے کر آپ کے در پر حاضر ہوتیں اور دوا لیتیں۔ بعض گھنٹوں کے حساب سے آپ کا وقت ضائع کرتیں اور اپنے گھر کے حالات اور دوسرے قصّے سنانے بیٹھ جاتیں۔ آپ اشارۃً بھی اظہار نہ کرتے کہ آپ کے قیمتی وقت کا کس قدر حرج ہو رہا ہے۔ ایک روز جب تین گھنٹے تک یہی بازار گرم رہا تو حضرت عرفانی صاحبؓ بیان کرتے ہیں: ”مَیں نے عرض کیا کہ حضور! یہ تو بڑی زحمت کا کام ہے۔...... آپ نے فرمایا: یہ بھی تو ویسا ہی دینی کام ہے۔ یہ مسکین لوگ ہیں۔ کوئی ہسپتال نہیں، مَیں ان لوگوں کی خاطر ہر طرح کی انگریزی اور یونانی دوائیں منگوا کر رکھا کرتا ہوں جو وقت پر کام آجاتی ہیں۔ اور فرمایا یہ بڑا ثواب کا کام ہے، مومن کو ان کاموں میں سست اور بے پروانہ ہونا چاہئے“۔

چنانچہ ادویات خواہ کتنی ہی قیمتی ہوں، حضور بے دریغ دیدیتے تھے۔ پھر ادویات کی تیاری کے معاملہ میں خاص احتیاط فرماتے اور کسی خادم کو کہنے کے بجائے خود تیار کر کے دیتے تھے۔ حضور کے اخلاق کریمانہ جو عیادت کے سلسلہ میں ظاہر ہوئے وہ کثیر تعداد میں ہیں اور جو دعائیں آپ نے کیں بلاشبہ وہ اعجاز مسیحائی سے کم نہیں۔

❁ ❁ ❁

تقویٰ

حضرت مسیح موعود کا پاکیزہ کلام

ہمیں اُس یار سے تقویٰ عطا ہے — نہ یہ ہم سے کہ احسانِ خدا ہے

کرو کوشش اگر صدق و صفا ہے — کہ یہ حاصل ہو جو شرطِ لِقا ہے

یہی آئینہ خالق نما ہے — یہی اک جوہرِ سیفِ دعا ہے

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتّقا ہے — اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

یہی اک فخرِ شانِ اولیاء ہے — بجز تقویٰ زیادت ان میں کیا ہے

ڈرو یارو کہ وہ بینا خدا ہے — اگر سوچو ' یہی دارالجزاء ہے

مجھے تقویٰ سے اس نے یہ جزا دی

فسبحان الذی اخزی الاعادی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نحمدہ و نصلّی علٰی رسولہ الکریم و علٰی عبدہ المسیح الموعود
خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

-------------•••-------------

حضرت امیر المومنین خلیفہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ ۱۹ نومبر ۱۹۹۹ کی مجلس عرفان (منعقدہ مسجد فضل لندن) میں مختلف انبیا علیہم السلام سے ملاقات کے بارہ میں اپنی ایک پرانی رویا کا ذکر فرمایا تھا۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا رخ شرقی جانب تھا جس سے یہ بتایا جانا مقصود تھا کہ مسیح کا نزول مشرق میں ہی مقدر تھا۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی یہ رویا چونکہ بنیادی طور پر قادیان واپسی کے بارہ میں واضح نشاندہی کرتی ہے اسلئے خاکسار نے حضور انور ایدہ اللہ کے سفر قادیان سے واپسی پر آپ سے اس رویا کے بارہ میں ذکر کر کے اسے قلمبند کرنے کے لئے درخواست کی جسے آپ نے ازراہ شفقت قبول فرماتے ہوئے یہ رویا بیان فرمائی جو خاکسار نے قلمبند کر لی اور اسے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے سفر قادیان کی مکمل روئیداد پر مشتمل کتاب میں ایک تاج کے طور پر رکھ لیا۔

اب چونکہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا مجلس عرفان میں اس کا ذکر فرمایا تو خاکسار نے اس رویا سے مستنبط جملہ امور خدمت اقدس میں پیش کئے تو آپ نے ان سب استدلالات کو پسند فرماتے ہوئے احباب جماعت کے استفادہ اور ازدیاد ایمان کے لئے اسے اخبارات و رسائل میں شائع کرنے کا ارشاد فرمایا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل میں یہ قارئین کی خدمت میں پیش ہے اور استدعا ہے کہ اگر اس سے کسی قاری کے ذھن میں کوئی اور استنباط بھی آئے تو خاکسار کو اسلام آباد U.K کے پتہ پر ضرور ارسال فرمائیں۔ خاکسار -- ہادی علی

قادیان واپسی کب ہوگی ؟

یہ رویا حضرت خلیفہ المسیح الرابع ایدہ اللہ الودود نے ردائے خلافت اوڑھنے سے بہت عرصہ پہلے دیکھی تھی۔ آپ فرماتے ہیں:۔
"میں نے دیکھا کہ میں مسجد مبارک ربوہ میں جاتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ وہاں ایک بہت بڑی تقریب ہو رہی ہے جس میں تمام انبیاء علیہم السلام شامل ہیں۔ مجھے طبعی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی تلاش ہوتی ہے کہ ایسی عظیم الشان تقریب میں جس میں تمام انبیاءؑ جمع ہیں تو اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم بھی ضرور ہونگے۔ چنانچہ میرے دل میں طبعی خواہش ہے کہ میں آپؐ کو دیکھوں۔ مگر مجھے بتایا جاتا ہے کہ اس دور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی نمائندگی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کر رہے ہیں اسلئے آنحضرت صلی اللہ و سلم تشریف

ٹھیک ہے۔ میں
تصدیق کرتا ہوں
مرزا طاہر احمد
25.4.92

نہیں لائے۔ وہاں میں حیران ہوں کہ جماعت میں سے مجھے کیوں نمائندگی ملی ہے اور میرے علاوہ اور کسی کو نہیں ملی۔ پس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تلاش کرنے لگتا ہوں۔ اور ان انبیا سے بھی ملتا ہوں۔

یہ ایک بیحد خوشی کا ماحول ہے اور اس مجلس میں ایک عجیب شانِ دلربائی ہے کہ جو دنیا میں کہیں اور دکھائی نہیں دیتی۔ سارے انبیا ایک دوسرے سے مل رہے ہیں جیسے خوشی کی تقریب میں ایک دوسرے سے ملا جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تلاش کرتا ہوں اور کوئی سوال کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجھے مسجد مبارک کے مشرقی برآمدہ کے بیرونی در کے قریب مل جاتے ہیں اور یہ محسوس کر کے کہ میں سوال کرنا چاہتا ہوں۔ آپ مشرق کی طرف منہ کر کے بیٹھ جاتے ہیں جس طرح نماز کے بعد امام مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھ جاتا ہے۔ اور ہم حلقہ کی صورت میں سب حاضرین بیٹھ جاتے ہیں۔ مسجد میں چونکہ انبیاء علیہ السلام ہی پھر رہے تھے اسلئے جو بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارد گرد بیٹھے ہیں وہ غالباً ان انبیا علیہم السلام میں سے ہی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام وہاں تشریف فرما ہیں تو میں عرض کرتا ہوں کہ آپ سے خاص طور پر ایک سوال کرنے کیلئے آپ کو تلاش کر رہا تھا۔ اور وہ سوال یہ ہے کہ:

قادیان واپسی کب ہوگی

تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام بڑے لطف کے ساتھ جبکہ آپ کے چہرے پر خاص التفات کے آثار ہیں۔ فرماتے ہیں کہ یہ سب کچھ جو ہو رہا ہے اسی کی تیاری کے لئے تو ہے۔ اور یہ سب انبیاءؑ اسی لئے تو جمع ہیں" اور اسی پر یہ رویا ختم ہوگئی

تحریر کردہ خاکسار ہادی علی ۲۴ اپریل ۱۹۹۲

========++++=========

اس رویا میں:-

۱۔ اس وقت حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کو جماعت کی نمائندگی کا ملنا۔ جماعت کی امامت یعنی مسند خلافت آپ کے سپرد ہونے کی طرف واضح اشارہ تھا۔

۲۔ اس مجلس میں مختلف انبیا علیہم السلام کا جمع ہونا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جلو میں آنا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے۔ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ (اور جب سب رسول اپنے وقت مقررہ پر لائے جائیں گے) اور جریُ اللّٰہِ فی حُلَلِ الاَنبیاَ (خدا تعالیٰ کا پہلوان سب انبیا کے لباس میں) کا مصداق ہونے کی طرف اشارہ تھا۔

۳۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مشرقی جانب رخ کرنا پیشگوئیوں کے مطابق مسیحؑ کے " شرقی جانب " سے نزول کی نشاندہی کے طور پر تھا۔

۴۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا امام کے طور پر اس طرح بیٹھنا کہ سب انبیاء علیہم السلام آپ کے ارد گرد مقتدیوں کی طرح بیٹھے ہوئے تھے۔ اس اظہار کے لئے تھا کہ سب انبیاء کی امتیں مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں داخل ہونگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا:

" ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی۔ (تجلیات الٰہیہ) آپؑ کی یہ طرز بعینہٖ اسراء میں اس واقعہ کے مشابہ تھی جس میں سیّد الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے " سب انبیاء علیہم السلام کی امامت کرائی۔ "
اس میں بتایا گیا تھا کہ آپؐ کا سلسلہ عربوں سے نکل کر دوسری اقوام میں بھی پھیلنے والا ہے
(تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۲۹۴)

۵۔ دور خلافت رابعہ میں جہاں مختلف انبیاء علیہم السلام کی قوموں میں سے لوگوں کے احمدیت کی طرف رجوع کرنے کی پیشگوئی کا علم ہوتا ہے وہاں ساتھ ساتھ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مختلف قومیں قادیان میں " واپسی " کے واقعہ میں بھی شامل ہونگی۔ چنانچہ عرب و عجم کی بیسیوں اقوام سے لوگوں نے اس جلسہ میں شمولیت اختیار کی۔

۶۔ الغرض اس رویا میں پیشگوئی بالکل واضح تھی کہ حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے دور خلافت میں ہی قادیان میں خلیفہ المسیح کا ورود ممکن ہوگا اور امن و سلامتی اور خیر و عافیت کے ماحول میں ہوگا۔

سو الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی یہ مبارک اور جامع رویا میں مضمر پیشگویاں اپنی پوری تفصیلات کے ساتھ پوری ہوئیں اور تاریخ عالم میں ایک ہی دفعہ رونما ہونے والا واقعہ یعنی خلیفۃ المسیح کا قادیان واپسی کا پہلا سفر ظہور میں آیا۔

بہترین رفیقہ حیات

حضرت ابو ھریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسی عورت (بطور رفیقہ حیات) سب سے بہتر ہے۔ فرمایا۔
جس کو خاوند دیکھے تو اس کو خوشی ہو اور جب اسے کوئی حکم دے تو اسے بجالائے اور اپنے نفس اور مال میں کوئی ایسا کام نہ کرے جو خاوند کو ناپسند ہو۔ (سنن نسائی کتاب النکاح باب ای النساء خیر - نمبر 3179)

محمود مجیب اصغر صاحب

جماعت احمدیہ کا ایک عظیم ماٹو

محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ارشادات

نہایت شاندار ماٹو

"مجھے اس بات سے بہت خوشی ہے کہ میں احمدیہ جماعت کے جلسہ کے لئے مبارکباد کا پیغام بھیج رہا ہوں۔ مجھے توقع ہے کہ یہ جلسہ روح کی بالیدگی کا باعث اور سب کے لئے مسرت کا باعث بنے گا۔

ہر سال بڑی تعداد میں لوگ اس میں شامل ہوتے ہیں اس سال 17 ہزار (اب تو 21 ہزار) کی تعداد میں لوگ شامل ہو رہے ہیں۔ مختلف ممالک سے جو لوگ یہاں آئے ہیں ان کو اور جماعت احمدیہ کے مقاصد یعنی رواداری اور ہمدردی ان سب کو ہماری حمایت حاصل ہے۔ کوسووو مین جماعت نے امدادی مہم چلائی۔ حکومت برطانیہ نے حالات کو بہتر بنانے میں حصہ لیا۔ اس بارے میں حکومت برطانیہ کا موقف بھی رواداری اور انسانی ہمدردی پر منحصر ہے۔

جماعت احمدیہ کا ماٹو "محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں" ایسا شاندار ہے کہ کسی کا اس سے بہتر ماٹو نہیں ہو سکتا۔

یہ چند ایام دلچسپی اور شوق سے گزاریں۔ اس سے جماعت احمدیہ کے اس مثبت اور نتیجہ خیز کردار کو جو اس ملک میں انہوں نے دکھایا ہے۔ اس کو تقویت ملے گی۔ آپ کا مخلص ٹونی بلیئر (وزیر اعظم برطانیہ)"

(بحوالہ الفضل ربوہ 21۔ اگست 1999ء)

وزیر اعظم برطانیہ جناب ٹونی بلیئر صاحب کا یہ پیغام جلسہ سالانہ برطانیہ پر یکم اگست 1999ء کو برطانوی پارلیمنٹ کے رکن جناب ٹونی کول مین صاحب نے پڑھ کر سنایا۔

خلیفۃ المسیح الثالث کی محبت بھری یادیں

جناب وزیر اعظم صاحب برطانیہ نے کیا ہی سچ فرمایا ہے کہ جماعت احمدیہ کا ماٹو "محبت سب کے لئے، نفرت کسی سے نہیں" ایسا شاندار ہے کہ کسی کا اس سے بہتر ماٹو نہیں ہو سکتا۔ ان الفاظ میں جماعت احمدیہ کو یہ ماٹو حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے تیسرے جانشین اور جماعت احمدیہ عالمگیر کے خلیفۃ المسیح الثالث حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب نے عطا فرمایا تھا۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے چوتھے جانشین اور جماعت احمدیہ عالمگیر کے موجودہ امام حضرت مرزا طاہر احمد صاحب نے حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب کی وفات پر کیا ہی خوب فرمایا تھا

"حضور کی یاد دل سے محو ہونے والی یاد نہیں اس کے تذکرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ جاری رہیں گے"

(الفضل ربوہ 12۔ مارچ 1983ء ص 3)

اور جماعت احمدیہ کے مایہ ناز شاعر عبیداللہ صاحب علیم نے حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب کی شخصیت کے بارے میں کیا ہی موزوں کہا ہے:

لکھو تمام عمر مگر پھر بھی تم علیم
اس کو دکھا نہ پاؤ وہ ایسا حبیب تھا

(ویران سرائے کا دیا ص 82)

دراصل آپ کے دل میں خدا تعالیٰ اور رسول ﷺ کی محبت کے بعد بنی نوع انسان کے لئے ہمدردی کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر موجزن تھا اور اسی گہری ہمدردی کا سبق آپ نے جماعت احمدیہ کو دیا اور یہی باعث اس ماٹو "محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں"

(Love For All Hatred For None)

کا تھا جو آپ نے اپنی پیاری جماعت کو عنایت فرمایا

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اسے قرآن عظیم کا خلاصہ اور اپنی زندگی کا مطمح نظر قرار دیا اور محبت کا سفیر بن کر ملک ملک اس کا پرچار کرتے رہے۔ آپ کی تحریرات میں اسی کے متعلق بعض اقتباس پیش خدمت ہیں۔

ماٹو کا پس منظر

ایک موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اس ماٹو کا پس منظر یوں بیان فرمایا:۔ "میں نے اپنی عمر میں سینکڑوں مرتبہ قرآن کریم کا نہایت تدبر سے مطالعہ کیا ہے اس میں ایک آیت بھی ایسی نہیں جو کہ دنیاوی معاملات میں ایک مسلم اور غیر مسلم میں تفریق کی تعلیم دیتی ہو۔ شریعت بنی نوع انسان کے لئے خالصۃً باعث رحمت ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے اور آپ کے صحابہ کرام ؓ نے لوگوں کے دلوں کو محبت، پیار اور ہمدردی سے جیتا تھا۔ اگر ہم بھی لوگوں کے دلوں کو فتح کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنا ہوگا۔

قرآن کریم کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے "سب سے محبت اور نفرت کسی سے نہیں"

(Love For All Hatred For None)

یہی طریق ہے دلوں کو جیتنے کا۔ اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ نہیں۔

(دورۂ مغرب 1400ھ ص 4-523)

بیت بشارت کے سنگ بنیاد کے موقع پر آپ کا پیغام

9۔ اکتوبر 1980ء کو بیت بشارت (سپین) کے سنگ بنیاد کی تقریب آپ کے دست مبارک سے وقوع پذیر ہوئی۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا۔

"(بیت) ہمیں یہ سبق سکھاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں تمام انسان برابر ہیں خواہ وہ غریب ہوں یا امیر پڑھے لکھے ہوں یا ان پڑھ...... (دین حق) ہمیں باہم محبت اور الفت سے رہنے کی تعلیم دیتا ہے اور ہمیں انکساری سکھاتا ہے اور بتاتا ہے کہ انسانوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے وقت ہمیں مسلم اور غیر مسلم میں کسی قسم کی کوئی تمیز روا نہیں رکھنی چاہئے۔ انسانیت کا یہی تقاضا ہے۔ میرا پیغام صرف یہ ہے۔

(Love For All
Hatred For None)

یعنی سب کے ساتھ پیار کرو، نفرت کسی سے نہ کرو۔

(دورۂ مغرب 1400ھ ص 544)

آپ کا مطمح نظر

1980ء کے دورہ مغرب کے دوران مغربی جرمنی میں ایک صحافی نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کی زندگی کا مقصد اور مطمح نظر کیا ہے۔ آپ نے بے ساختہ فرمایا

"میں نے اپنی زندگی بنی نوع انسان کی فلاح کے لئے وقف کر رکھی ہے میرے دل میں نوع انسان کی محبت اور ہمدردی کا ایک سمندر موجزن ہے اسی لئے میں انہیں فلاح کی طرف جو بلاشبہ (دین حق) کی راہ ہے بلا رہا ہوں۔ یہاں بھی محبت کا پیغام لے کر آیا ہوں اور وہ یہی ہے کہ انسان انسان سے محبت کرے۔ محبت کے نتیجہ میں محبت پیدا ہوتی ہے ہمیشہ محبت ہی غالب آتی ہے اور تعصب کے لئے سدا سے شکست مقدر ہے"

(دورۂ مغرب 1400ء)

محبت کا سفیر

ناروے میں ایک پریس کانفرنس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا

"میرا ایک مشن ہے جسے پورا کرنے کے لئے میں مختلف ملکوں کا دورہ کر رہا ہوں اور اس سلسلہ میں یہاں بھی آیا ہوں۔ یہ آپ جانتے ہیں کہ اس وقت دنیا دو کیمپوں میں بٹی ہوئی ہے...... ان دونوں بڑی طاقتوں نے سوچا تھا کہ اگر ہم انتہائی مہلک ہتھیاروں کے اپنے پاس انبار لگالیں گے تو اس سے دنیا میں قیام امن میں بہت مدد ملے گی قیام امن کی اس انوکھی کوشش میں وہ ناکام ہو چکے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ امن (دین حق) کے لازوال اصولوں پر عمل پیرا ہوتے ہوئے انسانوں کو باہم ایک دوسرے سے محبت کرنے کی تعلیم دینے سے قائم ہوگا۔ اسی لئے میں محبت کا سفیر بن کر یہاں آیا ہوں"

(دورۂ مغرب 1400ھ ص 211)

لندن میں پریس کانفرنس

فرمایا

میں ایک مذہبی آدمی ہوں۔ میں سیاست میں دخل نہیں دینا چاہتا۔ میرا پیغام (دین حق) کا پیغام ہے (دین حق) کہتا ہے انسان، انسان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (دین حق) ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ بلا استثناء ہر انسان سے محبت کرو اور اس کے حقوق غصب نہ کرو..... اس بنیادی اصل پر عمل پیرا رہو

"نفرت کسی کے لئے نہیں محبت سب کے لئے"

اور اسی لئے میں کہتا ہوں کہ کسی اور کی طرف نہ دیکھو۔ قرآن کی طرف آؤ"

(دورۂ مغرب 1400ھ ص 286 ص 287)

کینیڈا کا دورہ 1980ء

فرمایا:

"تیسری عالم گیر جنگ کا خطرہ نوع انسانی کے سر پر منڈلا رہا ہے۔ اس مکمل تباہی سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ پوری نوع انسانی متحد ہو کر اس خطرہ کو دور کرنے کی کوشش کرے اسے

One God and one Humanity

یعنی ایک خدا اور ایک نوع انسان کے اصول پر متحد ہونا چاہئے"

(دورہ مغرب 1400ھ ص 470)

نائیجیریا میں پریس کانفرنس

ایک صحافی کے سوال پر فرمایا

"بنی نوع انسان کی محبت ہمارے دلوں میں ہے اور یہ محبت ہی ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم انہیں راہ نجات دکھائیں اور جو خدمت بھی ہم سے بن پڑے ان کی بجالائیں۔"

(دورۂ مغرب 1400ھ ص 320)

قیام امن کا واحد ذریعہ

سوئٹزرلینڈ میں پریس کانفرنس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا

"امن کے قیام کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ بنی نوع انسان کے دل محبت و پیار اور بے لوث خدمت کے لئے جیتے جائیں اور انہیں یہ باور کرایا جائے کہ امن مہلک ہتھیاروں کے ذریعے نہیں بلکہ ایک دوسرے سے محبت کرنے اور ایک دوسرے کی بے لوث خدمت کے ذریعہ قائم ہوگا"

(دورۂ مغرب 1400ھ ص 116)

محبت کی تلوار

فرمایا

"ایک دفعہ ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں کا ایک احمدی نوجوان ملنے آیا وہ بڑا غصے میں تھا تیوری اس کی چڑھی ہوئی تھی اور آنکھیں لال پیلی۔ کہنے لگا میرے گاؤں کا ایک مولوی روزانہ زور زور سے گالیاں دیتا ہے۔ میں اس کی ساری سرگزشت سنتا رہا۔ جب وہ خاموش ہو گیا تو میں نے اسے کہا کہ اپنے گاؤں کے مولوی سے جا کر کہو کہ جتنا زور چاہو لگا لو تم ہمارے دل میں سے اپنے لئے نفرت نہیں پیدا کر سکتے۔ ہم تو انسان سے محبت کرنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں اور اس معاملہ میں آج نہیں تو کل تمہیں اس کا قائل ہونا پڑے گا تم بچ کر نہیں جاسکتے۔ محبت کی تلوار ایک ایسی تلوار ہے جس سے کوئی بچ نہیں سکتا"

(احمدی ڈاکٹروں سے بصیرت افروز خطاب 30۔ اگست 1970ء)

جماعت کو نصائح

فرمایا

"ہمیشہ یاد رکھو کہ ایک احمدی کسی سے دشمنی نہیں رکھتا اور نہ کر سکتا ہے کیونکہ اس کے خدا نے اسے پیار کرنے کے لئے اور خدمت کرنے کے لئے پیدا کیا ہے اور خدا کرے کہ جس غرض کے لئے اس نے ایک احمدی کو پیدا کیا ہے وہ غرض ہمیشہ اس کی آنکھوں کے سامنے رہے اور ہمیشہ اس کے جوارح سے وہ ظاہر ہوتی رہے اور اس کے عمل سے پھوٹ پھوٹ کر نکلتی رہے۔ اللھم آمین۔

(جلسہ سالانہ کی دعائیں ص 112)

پا کے دُکھ آرام دو

آپ نے ایک اور موقع پر جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا:

"ہم تو خدمت کے لئے، ہم تو پیار کے لئے پیدا ہوئے ہیں ہم تو محمد ﷺ کے حسن کی جھلکیاں دکھانے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ ہم کسی پر غصہ کرنے کے لئے پیدا نہیں ہوئے۔

1974ء میں عارضی طور پر ایک فساد پیدا ہوا۔ بعض دوستوں کو (سب کو نہیں) تکلیف بھی ہوئی۔ میرے پاس آتے تھے۔ میرا فرض تھا ان کو تسلی دلاؤں۔ میں ان کو اس وقت بھی کہتا تھا بڑے زور سے کہتا تھا ہمیشہ کہتا ہوں اور اب بھی کہتا ہوں۔ میں انہیں یہ کہتا تھا کہ جس نے تمہیں دکھ پہنچایا۔ میرا حکم صرف یہ نہیں کہ اس ظلم کا بدلہ نہ لو ظلم سے۔ میرا حکم یہ ہے کہ تمہارے دل میں بھی ان کے خلاف غصہ نہ رہے۔ بلکہ محبت کا جذبہ ہو اور دعائیں کرنے کا طریق ہو ان کے لئے۔ اور خدا کے فضل سے یہ بڑی پیاری جماعت ہے۔ اتنا عظیم اور اتنا حسین نمونہ ساری جماعت نے اس سختی کے زمانہ میں دکھایا۔ ہمارے آقا نے (دینی) تعلیم کی روشنی میں ہمیں یہ حکم دیا تھا اس زمانہ میں۔ اس میں کہا گیا تھا تمہیں دکھ دیا جائے گا لیکن میں کہتا ہوں مہدی (-) نے ہمیں کہا۔ میں کہتا ہوں۔

"پا کے دکھ آرام دو"

دُکھ تو تمہیں دیا جائے گا لیکن دکھ کا بدلہ نہیں لینا بلکہ آرام دینا ہے۔

گالیاں سن کے دعا دو"

زبان سے جو اذیت پہنچائی جائے۔ زبان سے اذیت نہیں پہنچانی۔ خاموش نہیں رہنا اور دل میں غصہ نہیں رکھنا۔ بلکہ تمہارے دل میں ہمدردی اور پیار اور جوش مارے اور تم دعاؤں میں لگ جاؤ۔ جتنی شدت لسانی ایذاء کی ہو اس سے زیادہ شدت تمہاری دعاؤں میں پیدا ہو۔ اور خدا کے فضل سے جماعت نے سب کے لئے دعائیں کیں۔ ہمارے بھائی ہیں۔ جن کو خدا تعالیٰ نے اپنا بندہ بننے کے لئے پیدا کیا......

میں یا آپ اس سے نفرت کریں گے؟ خدا کہتا ہے کہ میں نے اس کو اپنا بندہ بننے کے لئے پیدا کیا ہے اور آپ اس سے دشمنی کریں گے؟ وہ اس کا بندہ ابھی بنا یا نہیں بنا لیکن اس کی پیدائش کی غرض یہ ہے کہ وہ خدا کا بندہ بنے اور ہمارا فرض ہے کہ ہم تعاونوا علی البر والتقویٰ کے ماتحت اس کی پوری مدد کریں۔ اور کچھ نہ ہو تو دعاؤں کے ساتھ۔ ایسے بھی ہیں جو پیار سے بات سننے کے لئے بھی تیار نہیں۔ ٹھیک ہے تب بھی ہمیں غصہ نہیں آتا۔ لیکن دعاؤں کے ساتھ ان کی مدد شروع کریں۔ اور دعائیں کرتے رہیں۔ کرتے رہیں۔ کرتے رہیں۔

حسن سلوک کرتے رہیں۔ کرتے رہیں۔ کرتے رہیں اور یاد رکھیں آپ اور دنیا بھی یاد رکھے کہ ہم نے اپنے خدا سے یہ عہد کیا ہے کہ ہم اس کے لئے اس کے بندوں کے دل جیتیں گے اور ہم پیار کے ساتھ اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے ایک دن انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ"

(افتتاحی خطاب جلسہ سالانہ ربوہ 26۔ دسمبر 1979ء غیر مطبوعہ)

مزید نصائح

آپ نے جماعت کو مزید نصائح کرتے ہوئے فرمایا:

"دنیا تیوریاں چڑھا کے اور سرخ آنکھیں کر کے تمہاری طرف دیکھ رہی ہے تم مسکراتے چہروں سے دنیا کو دیکھو"

(خطاب جلسہ سالانہ 1973ء)

ہم تو یہ بھی پسند نہیں کرتے کہ وہ جو اپنی طرف سے ہمارا مخالف ہے...... اس کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے"

(خطبہ جمعہ 7۔ نومبر 1975ء)

خدا تعالیٰ نے ہمیں دعائیں کرنے کے لئے اور معاف کرنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس نے ہمیں بنی نوع انسان کا دل جیتنے کے لئے پیدا کیا ہے اس لئے ہم نے کسی کو نہ دکھ پہنچانا ہے اور نہ ہی کسی کے لئے بد دعا کرنی ہے۔ آپ نے ہر ایک کے لئے خیر مانگنی ہے۔ یاد رکھو ہماری جماعت ہر ایک انسان کے دکھوں کو دور کرنے کے لئے پیدا کی گئی ہے لیکن اپنے اس مقام پر کھڑے ہونے کے لئے اور روحانی رفعتوں کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے اور سوتے جاگتے...... دعائیں کی جائیں"

(خطبہ جمعہ 14۔ جون 1974ء)

لِقَاءِ مَعَ الْعَرَبْ

(مرتبہ: صفدر حسین عباسی)

"لقاء مع العرب" مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ (MTA) انٹرنیشنل کے مقبول ترین پروگراموں میں سے ایک نہایت مفید ، دلچسپ اور ہردلعزیز پروگرام ھے۔ اس میں سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز عربوں کے سوالات کے جواب انگریزی زبان میں ارشاد فرماتے ھیں اور پھر ان کا عربی ترجمہ پیش کیا جاتاھے ۔ اردودان احباب کے استفادہ کے لئے "لقاء مع العرب" کے ان پروگرامز کا **خلاصہ ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر** پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رھا ھے۔ ان پروگراموں کی آڈیو ، ویڈیو کیسٹس آپ اپنے ملک کے مرکزی مشن میں قائم شعبہ سمعی بصری سے یا شعبہ آڈیو / ویڈیو مسجد فضل لندن یوکے سے بھی حاصل کر سکتے ھیں۔(ادارہ)

(۸/ مارچ ۱۹۹۵ء)

جماعت احمدیہ کا مختصر تعارف و تاریخ

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سٹوڈیو میں تشریف لائے اور گزشتہ مجلس میں جاری مضمون کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا:

پہلی بار عیسائیوں کے ساتھ رابطہ کے لحاظ سے حضرت مسیح موعودؑ کی آنحضرت ﷺ کے ساتھ حیرت انگیز مماثلت و مشابہت پائی جاتی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے پہلی مرتبہ جب شام کا سفر اختیار فرمایا تو اس وقت آپ کی عمر ۱۳ سال تھی۔ وہاں آپ کی ملاقات بحیرہ راہب سے ہوئی۔ اس وجہ سے بعد میں دشمنانِ اسلام نے حضرت رسول کریم ﷺ پر یہ الزام لگایا کہ آپ نے بحیرہ راہب سے مذہب کی تعلیم حاصل کی تھی اور پھر ایک لمبے عرصہ کے بعد اسی علم کی بنا پر نبوت کا دعویٰ کر دیا۔

اس لحاظ سے استاد اور شاگرد میں حیرت انگیز مماثلت پائی جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا بھی سیالکوٹ میں جب پہلی مرتبہ عیسائیوں سے رابطہ ہوا آپ کی بھی کم سنی کی عمر تھی اور بعد میں آپ پر بھی یہ الزام لگایا گیا کہ عیسائیوں کے ساتھ اس رابطہ کی وجہ سے ہی بعد میں آپ نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا اور اسی وجہ سے یہ الزام بھی لگایا گیا کہ آپ انگریزوں کا خود کاشتہ پودا ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پہلا الہام ۱۸۶۸ء کے اواخر یا ۱۸۶۹ء کے شروع میں ہوا۔ یہ الہام اصل میں آپ کی راستبازی پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے لئے تھا۔

واقعہ یہ ہوا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی جو اہل حدیث تھا اور بعد میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شدید ترین مخالفین میں سے ہو گیا تھا۔ اہل حدیث وہ لوگ ہیں جو حدیث کو ہر دوسری چیز پر ترجیح دیتے ہیں اور قرآن کریم کی تفسیر و تشریح بھی حدیث ہی کی روشنی میں کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ حنفی مسلک رکھتے تھے۔ آپ کا خاندان حنفی خاندان تھا۔ اس وقت حنفی جو اکثریت میں تھے جانتے تھے کہ آپ بڑے پایہ کے عالم ہیں۔ ۱۸۶۹ء میں آپ کے تبحر علمی کا چرچا چار دانگ عالم میں ہونے لگا تھا۔ حنفی لوگوں نے آپ کو اس بات پر رضامند کیا کہ حنفیوں اور اہل حدیث کے درمیان مباحثہ میں آپ حنفیوں کی طرف سے نمائندگی کریں گے۔ ایک جم غفیر آپ کے ساتھ ہو گیا۔ بٹالہ کی مسجد میں جہاں مولوی محمد حسین اپنے چند عقیدتمندوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا آپ تشریف لے گئے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے سامنے تشریف فرما ہوئے اور قبل اس کے کہ مباحثہ کا باقاعدہ آغاز کرتے آپ نے مولوی محمد حسین صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ مولوی صاحب مباحثہ شروع کرنے سے پہلے میں چند باتوں سے متعلق آپ کا عندیہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ قرآن کریم کو قاضی سمجھتے ہیں یا حدیث کو، کون جج ہے؟۔ مولوی صاحب نے کہا کہ قرآن جج ہے۔ پھر حضرت مسیح موعودؑ نے دریافت فرمایا کہ اگر کوئی حدیث قرآن کریم کے مخالف ہو تو آپ کس کی پیروی کریں گے ؟ تو انہوں نے کہا قرآن کی ۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا یہی تو میرا عقیدہ ہے پھر بحث کس بات کی۔ آپ جانتے تھے کہ وہ لوگ جو آپ کو لے کر آئے ہیں بہت ناراض ہونگے۔ وہ سمجھیں گے کہ گویا آپ مباحثہ سے فرار اختیار کر رہے ہیں اور واقعۃً ان لوگوں نے بہت برہمی اور غصہ کا اظہار کیا بھی اور پیچ و تاب کھاتے ہوئے وہاں سے نکلے کہ آپ نے تو ہمیں ذلیل کروادیا۔ لیکن آپ کو لوگوں کے اس شوروشر کی کچھ بھی پرواہ نہ تھی۔ آپ نے چونکہ محض للہ مباحثہ کو ترک کیا تھا اس پر خداتعالیٰ کی طرف سے اظہار خوشنودی کے طور پر پہلا الہام ہوا:

"خدا تیرے اس فعل سے راضی ہوا اور وہ تجھے بہت برکت دے گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"۔

سوال : **حضرت مسیح موعود جب سیالکوٹ میں قیام رکھتے تھے اور ابھی دعویٰ ماموریت نہیں فرمایا تھا اس وقت کے بارہ میں حضور تفصیل سے ذکر فرماویں کہ حضرت مسیح موعودؑ کیسے**

عیسائیوں اور دوسرے غیر مذاہب والوں کے ساتھ بحث ومباحثہ کیا کرتے تھے ؟

جواب: حضور نے فرمایا طریق کار یہ تھا کہ کورٹ کا جو وقت مقرر تھا وہ آپ وہاں صرف کرتے۔ دفتر سے فارغ ہوتے ہی باقی سارا وقت اسلام کی سربلندی اور سچائی کو ثابت کرنے کے لئے دوسرے مذاہب والوں کے ساتھ بحث مباحثہ میں صرف کیا کرتے تھے۔ اس لحاظ سے آپ بہت شہرت پا چکے تھے۔ بعض اوقات آدھی آدھی رات تک اسلام کے بارہ میں گفتگو فرمایا کرتے اور دوسرے مذاہب پر اسلام کی برتری ثابت کرتے۔ اور یوں اس وقت سیالکوٹ کے علمی طبقہ کا ایک حلقہ آپ کے گرد جمع ہو جاتا تھا۔ آپ زیادہ تر عیسائیوں کے ساتھ بحث ومباحثہ کرتے تھے۔ نہ صرف کورٹ کے اندر بلکہ باہر بھی۔ اور سیالکوٹ کے علاقہ میں عہد نامہ قدیم کے مقابلہ میں اسلام اور قرآن کریم کی خوبیاں بیان فرماتے۔ اسی طرح ہندوؤں اور دوسرے مذاہب کے لوگوں سے مناظروں میں مصروف رہتے۔ یوں آپ نے اسلام کے پہلوان اور شاہسوار کی حیثیت سے نام پیدا کیا۔ اس عرصہ میں اور کوئی کام آپ نے نہیں کیا۔ کورٹ کا وقت ختم ہوتے ہی اسلام کے بارہ میں درس و تدریس، اسلام کی خوبیوں کا بیان اور آنحضرت ﷺ کے ارفع و اعلیٰ مقام و سیرت کے ذکر خیر کا سلسلہ شروع ہو جاتا اور راتیں خدا تعالیٰ کی عبادت اور اس کی یاد میں کٹتیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کے قیام سیالکوٹ کے زمانہ میں پنجاب اور اس کے گردونواح کے علاقہ میں ایک معروف اور بلند مرتبت شخصیت اور مشہور عالم مولانا سید میر حسن صاحب تھے جو ان دنوں سیالکوٹ میں رہتے تھے۔ انہی دنوں آپ کو حضرت مسیح موعودؑ سے تعارف حاصل ہوا۔ بعد میں جب علماء نے حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت شروع کی تو آپ نے کبھی بھی حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف ایک لفظ نہیں بولا۔ بلکہ یہ گواہی دی کہ میں مرزا صاحب کو سیالکوٹ کے زمانہ سے جانتا ہوں۔ میں نے انہیں ایک سچا مسلمان پایا ہے۔ آپ کے کردار و اخلاق میں کبھی اسلام کے خلاف کوئی عمل نہیں دیکھا۔ میرا پہلی مرتبہ ان سے تعارف سیالکوٹ ڈسٹرکٹ کورٹ میں ہوا۔ میں ایک مقدمہ کی پیروی کر رہا تھا۔ اس دوران عربی ترجمان کی ضرورت پڑی تو انہوں نے یہ کام نہایت عمدگی سے کیا۔ اس زمانہ میں آپ ایسی عمدہ عربی بولتے تھے اور سمجھتے تھے کہ میں اس بات سے بے انتہا حیران اور متاثر ہوا۔ اس عرصہ تعارف میں میں نے مرزا صاحب کو ایک نہایت دیانتدار اور سچا مومن نوجوان پایا۔

حضرت مسیح موعودؑ کی نیک فطرت و سیرت سے متعلق بہت سی دیگر شہادتوں میں سے ایک یہ شہادت ہے جو میں نے ابھی بیان کی ہے۔

قیامِ سیالکوٹ کے زمانہ میں ایک کثیر تعداد لوگوں کی آپ سے متعارف ہو چکی تھی۔ جب آپ نے نبی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ فرمایا تو ان لوگوں میں سے کسی ایک نے بھی آپ کے کردار پر انگلی نہیں اٹھائی کہ فلاں وقت آپ نے یہ کیا تھا اور وہ کیا تھا۔ آپ کے کردار و اخلاق کے خلاف کوئی آواز نہیں اٹھی۔

قادیان میں آپ ایک محدود سوسائٹی میں رہے۔ اگر آپ کی عادات و اخلاق برے ہوتے تو چھپ سکتے تھے لیکن سیالکوٹ میں جہاں آپ کا کردار ہر تنقیدی نظر کے سامنے ظاہر و عیاں تھا آپ نے اسلام کی خاطر بحث و مباحثہ اور جہاد شروع کیا تو ہر کوئی آپ کے قول و فعل کو تنقیدی نظروں سے پرکھتا تھا۔ اس لئے جب آپ نے خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہونے کا اعلان فرمایا تو ایک بھی آواز آپ کے کردار کے خلاف نہیں اٹھی۔ انہوں نے آپ کو بے عیب پایا۔

دعویٰ ماموریت کے وقت سیالکوٹ کے زمانہ میں آپ سے متعارف کسی بھی شخص کا آپ کے کردار کے کسی بھی پہلو کو وجہ اعتراض نہ بنانا کافی ثبوت اس بات کا ہے کہ دعویٰ سے قبل بھی آپ کی زندگی اسلام کا بہترین اور کامل نمونہ تھی اور آپ بہت ہی صاف باطن، نیک فطرت، پاکیزہ، صالح اور متقی انسان تھے اور آپ کی ساری زندگی صاف اور شفاف آئینہ کی طرح تھی۔

اس بارہ میں ایک بہت ہی دلچسپ اور اہم گواہی یہ ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی جس کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کے بعد وہ آپ کا سب سے بڑا دشمن بن گیا تھا۔ اہل حدیث فرقہ میں اسے بہت عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ اس کی شہرت اطراف میں تھی۔ مکہ و مدینہ میں کئی عرب اس کی مداح تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی پہلی کتاب براہین احمدیہ کا پہلا حصہ ۱۸۸۰ء میں تصنیف فرمایا۔ دوسرا حصہ بھی اسی سال رقم فرمایا۔ اس کتاب کا تیسرا حصہ ۱۸۸۲ء میں اور چوتھا حصہ ۱۸۸۴ء میں تحریر فرمایا۔ جب آپ نے یہ کتاب مختلف حصوں میں تالیف فرمائی تو مولوی محمد حسین بٹالوی نے اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنے اخبار ''اشاعۃ السنہ'' میں لکھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ آپ کی ماموریت کو دو سال گزر چکے تھے لیکن ابھی آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں فرمایا تھا۔ اس حد تک اس نے آپ کو برداشت کیا۔ اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے اس نے لکھا:

''ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں لَعَلَّ اللّٰہ یحدث بعد ذلک امراً۔ اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔

ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتادے جس میں جملہ

فرقہ ہائے مخالفین اسلام خصوصاً آریہ و برہمو سماج سے اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو اور دو چار ایسے اشخاص انصارِ اسلام کی نشاندہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی و قلمی و لسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بھی بیڑہ اٹھا لیا ہو اور مخالفینِ اسلام اور منکرینِ الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدّی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہو کہ جس کو وجود الہام میں شک ہو وہ ہمارے پاس آکر تجربہ و مشاہدہ کر لے اور اس تجربہ و مشاہدہ کا اقوامِ غیر کو مزہ بھی چکھا دیا ہو"۔

(اشاعت السنہ جلد ہفتم نمبر ۲ صفحہ ۱۶۹، ۱۷۰)

پھر یہی شخص محمد حسین بٹالوی حضرت عیسیٰؑ کی محبت میں آپ کا سب سے بڑا دشمن بن گیا۔ وہ شخص آپ کا ہر ایک دعویٰ برداشت کر سکتا تھا لیکن یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ کوئی مسیح ہونے کا دعویٰ کرے۔ اس کی نظر میں یہ واحد جرم ایسا تھا جس کا حضرت مسیح موعودؑ نے ارتکاب کیا جو نا قابل برداشت اور نا قابل معافی تھا۔ لیکن مولوی محمد حسین بٹالوی کا پہلا بیان قابل قبول ہوگا کیونکہ وہ بیان دشمنی سے پہلے کا تھا۔

وعین الرضا عن کل عیب کلیلة
کما ان عین السخط تبدی المساویا

یعنی رضا اور خوشنودی کی آنکھ ہر عیب کو نظر انداز کر دیتی ہے جبکہ ناراضگی کی آنکھ ہر خوبی کو بھی برائی دیکھتی ہے۔

بعد کا بیان عین السُخط کا ہے لیکن اس سے قبل کا بیان جس میں وہ کہتے ہیں کہ اسے کوئی ایشیائی مبالغہ نہ سمجھے وہ واقعۃً بغیر مبالغہ کے دل سے نکلی ہوئی، دشمنی سے مبرّا آواز تھی۔ بعد میں جب مولوی محمد حسین بٹالوی اور دوسرے مخالفین نے حضرت مسیح موعودؑ پر الزام تراشی کی۔ تو جانتے ہیں حضرت مسیح موعودؑ نے انہیں کیا جواب دیا؟ فرمایا:

"فَقَد لَبِثتُ فِیکُم عُمراً مِن قَبلِه اَفَلا تَعقِلُون"۔ (یونس: ۱۷)۔ وہی آیت جو قرآن کریم نے آنحضرت ﷺ کے دفاع، تصدیق اور حجت کی خاطر پیش کی تھی کہ تم وہ لوگ ہو جو میری ۴۰ سال سے زائد زندگی پر گواہ ہو۔ میں ایک متقی و صالح انسان کی حیثیت سے ہر موقع پر اسلام کے دفاع اور حفاظت میں کھڑا ہوا ہوں۔ اور اب اچانک تم کہتے ہو کہ میں برا انسان ہوں۔ تمہاری یہ شہادت اب کیسے قبول کی جا سکتی ہے۔

سوال: امام مہدی بننے کے بعد آپ نے اسلام کے دفاع کی خاطر مخالفین و دشمنان اسلام اور دوسرے مذاہب عالم کا کس طرح مقابلہ کیا اور اس سلسلہ میں آپ کی کیا خدمات ہیں؟

جواب: حضور نے فرمایا: حضرت مسیح موعودؑ نے سب سے پہلے یہ دعویٰ فرمایا کہ دیگر تمام شرائع و احکام کے مقابلہ میں اسلام سب سے کامل مذہب ہے اور قرآن کریم ایک مکمل کتاب ہے جس میں ایک شعشہ یا نقطہ بھی ایسا نہیں جو انسان کے ہاتھوں کم یا زیادہ کیا گیا ہو۔ نہ صرف ایک کامل کتاب، بلکہ کامل ہدایت دینے والی کتاب ہے۔ یہ دعویٰ تھا جو آپ نے عیسائیوں ہندوؤں اور دیگر مذاہب والوں کے سامنے مباحثوں کے وقت پیش کیا اور اگر تم خیال کرتے ہو کہ کوئی ایسی کتاب ہے جو ان صفات میں قرآن کریم کی برابری کر سکتی ہے تو پیش کرو۔ اس موضوع پر غیر مذاہب والوں کے ساتھ آپ نے طویل مباحثات کئے اور بلاشک اس دعویٰ کو ثابت کر دکھایا کہ یہ کتاب اپنی کاملیت کے اعتبار سے انسانی دست برد، تحریف اور تبدیلیوں سے پاک اور بکلی محفوظ ہے اور اس کتاب کے متعلق خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ ہر زمانہ میں پورا ہوا اور ہوتا رہے گا کہ "اِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُون"۔

آپ نے ایک اور اہم نکتہ اٹھایا اور اعلان فرمایا کہ میں صرف یہی دعویٰ نہیں کرتا کہ قرآن کریم انسانی دست برد، تحریف اور تغیّر و تبدل سے محفوظ ہے بلکہ خدا تعالیٰ نے بھی اسے مکمل نازل کرنے کے بعد اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ نہ کوئی ناسخ ہے اور نہ منسوخ۔ جبکہ دوسرے مسلمان علماء صدیوں سے ناسخ و منسوخ کے عقیدہ میں اس حد تک آگے بڑھے کہ قرآن کریم کی ۵۰۰ سے زائد آیات منسوخ کر ڈالیں۔ پھر ابن عربیؒ نے اس تعداد کو کم کر کے دعویٰ کیا کہ صرف ۲۱ آیات ہیں جو تنسیخ کے دائرہ میں آتی ہیں۔ ان کے علاوہ جن آیات کو علماء منسوخ سمجھتے ہیں وہ ان آیات کو حل کرنے میں ناکامی کی بنا پر ہے۔ سید ولی اللہ شاہ صاحب محدث دہلوی نے لکھا کہ ابن عربی کو بھی غلطی لگی ہے صرف پانچ آیات ایسی ہیں جو منسوخ ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ نے دعویٰ فرمایا کہ قرآنِ کریم کی ایک بھی آیت منسوخ نہیں اور میں تمام دنیا کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر کوئی سمجھتا ہے کہ فلاں دو آیات آپس میں مخالف ہیں تو میں اس کے اس بیان کو غلط ثابت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ میں ان آیات کا زندہ اور غیر منسوخ ہونا ثابت کروں گا۔ اور آپؑ نے ثابت کر کے دکھایا کہ قرآن نہ تو انسانی ہاتھوں سے تحریف ہوا اور نہ ہی نازل کرنے کے بعد خدا نے اس میں کوئی تبدیلی کی۔

جب آپ نے یہ دعوی فرمایا تو آپ نے دوسرے مذاہب کو چیلنج کیا کہ تم میرے اس دعویٰ کے مقابل پر اپنی کتب سے متعلق دعویٰ کر کے دکھاؤ تو میں ثابت کروں گا کہ تم جھوٹے ہو اور تمہاری کتب انسانی دستبرد کا شکار ہو کر محض فرضی قصے اور کہانیوں کی شکل اختیار کر چکی ہیں اور تمہیں ان کتب پر تحریف کے دو مختلف ہاتھ کام کرتے دکھائی دیں گے۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ نے ان کتب کو نازل کیا اور پھر زمانہ اور وقت کے مطابق بعد میں ان کتب میں یا تو تبدیلی کر دی یا مکمل طور پر منسوخ کر دیا۔ جہاں تک انسانی ہاتھوں سے تحریف کا تعلق ہے تو خدا کی پناہ۔ ہر کسی نے اپنی مرضی و اختیار کے

مطابق حسب ضرورت جس طرح چاہا ان کتابوں کو بدلا۔

میں یہاں ایک اور بات آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ وہ اصول جن کی روشنی میں حضرت مسیح موعودؑ نے مخالفین اسلام سے بحث و مباحثہ اور مقابلہ کیا۔ آپ نے یونہی بلاوجہ، بے بنیاد اور بغیر اصولوں کے مباحثات نہیں کئے بلکہ کسی بھی موضوع پر مباحثہ شروع کرنے سے پہلے بڑی صراحت و وضاحت کے ساتھ بنیادی اصول اور قواعد و ضوابط طے کئے اور مقابل مباحث کو پابند کیا کہ وہ دوران مباحثہ ان اصولوں پر کاربند رہیں گے۔ تب آپ نے انہیں چیلنج دئے کہ اب آؤ اور ان اصولوں کی بنیاد پر مجھ سے بحث کرو۔ مثلاً یہ کہ آپ نے فرمایا کہ ایک شریعت جو عالمگیر (یونیورسل) ہونے کی مدعی ہے اس کا یہ دعویٰ صراحتاً خود اس کی طرف سے اس کتاب میں موجود ہونا چاہئے۔ لیکن اگر تم کوئی دعویٰ یا کوئی ایسی بات اس کتاب کی طرف منسوب کرتے ہو جس کا وہ کتاب اقرار نہیں کر رہی تو یہ بالکل فضول، بے معنی اور بے حقیقت دعویٰ ہوگا۔ تم خدا نہیں ہو۔ تمہیں کوئی حق یا اختیار نہیں کہ کسی کتاب کی طرف کوئی ایسی بات منسوب کرو جس کا وہ کتاب خود دعویٰ نہیں کر رہی۔ آپ نے تمام مذاہب عالم کو چیلنج دیا کہ میں ثابت کر سکتا ہوں کہ قرآن کریم کے دعویٰ کے مطابق اسلامی شریعت عالمی شریعت ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کے اس دعویٰ کو بھی ثابت کر سکتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ تمام جہانوں اور تمام زمانوں کے لئے رسول بن کر آئے۔ اس لئے بحث شروع کرنے سے پہلے اپنی کتابوں سے یہ حوالے پیش کرو جہاں تمہاری کتابوں نے اس قسم کا دعویٰ کیا ہو۔ جہاں عہد نامہ قدیم نے حضرت موسیٰؑ کے متعلق اور عہد نامہ جدید نے حضرت عیسیٰؑ کے متعلق یہ دعویٰ کیا ہو کہ وہ عالمگیر (یونیورسل) نبی تھے۔ اور میں تمہیں بتلاتا ہوں کہ ایسا کوئی دعویٰ ان کتابوں میں موجود نہیں ہے۔

ان اصولوں پر آپ نے بڑی کامیابی کے ساتھ مخالفین اسلام کو چیلنج کر کے ان کا مقابلہ کیا اور ہر میدان میں دشمن کو منہ کی کھانی پڑی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کسی کتاب میں ایسا دعویٰ ہی موجود نہیں پھر بحث کا کیا مقام ہے۔ لیکن تم اپنی کتابوں سے یہ دعویٰ سچ ثابت کر سکو یا نہ کر سکو اس کے باوجود میں دونوں تعلیموں کے درمیان موازنہ کر کے یہ ثابت کروں گا کہ تمہارا دعویٰ ہر لحاظ سے فرضی، بے بنیاد اور جھوٹا ہے۔ اب چونکہ وقت ختم ہو گیا ہے۔ اگلی نشست میں ہم اسی موضوع پر مزید بات کریں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔

۱۳/اگست ۱۹۹۴ء

مسئلہ ختم نبوت

حاضرین مجلس میں سے کسی نے استفسار کیا کہ: ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

"لو كان نبی بعدی لكان عمر بن الخطاب"

(ترمذی ابواب المناقب - باب مناقب عمر)

اسی طرح ایک اور موقع پر اپنے بیٹے حضرت ابراہیمؑ کی وفات پر آپؐ نے فرمایا:

"لو عاش لكان صديقا نبيا"

(ابن ماجہ کتاب الجنائز۔ باب ما جاء فی الصلوٰۃ علی ابن رسول اللہ ﷺ)

غیر احمدی حضرات ان احادیث کو پیش کر کے ختم نبوت کے موضوع پر بحث کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ کے بعد اب کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ حضور سے درخواست ہے کہ ان احادیث کی روشنی میں مسئلہ ختم نبوت سے متعلق ارشاد فرماویں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا اس مضمون سے متعلقہ اسی نوعیت کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔ ان متفرق احادیث کو اگر ہم مختلف کتب سے الگ الگ سمجھنے کی کوشش کریں گے تو کچھ بھی پلے نہیں پڑے گا۔ یہ بہت ضروری ہے کہ اس موضوع سے متعلق تمام احادیث کو اکٹھا کیا جائے اور پھر انہیں سامنے رکھ کر بات کی جائے۔

آج کل ہوتا یہ ہے کہ ہمارے مخالف غیر احمدی علماء چند ایک خاص احادیث کو سامنے رکھ کر بات کرتے ہیں اور ان کے علاوہ اور بہت سی احادیث کو جو ان کے نظریات کو رد کرنے والی ہیں اور ان کے خیالات سے موافق نہیں ہوتیں، عمداً نظرانداز کرتے ہیں اور صرف انہی احادیث پر بنا کرتے ہیں جو ان کے مزعومہ عقائد کے حق میں ہوتی ہیں۔

قرآن کریم بڑی سختی سے اس طرز عمل سے منع کرتا ہے اور ایسا کرنے سے روکتا ہے کہ جانتے بوجھتے ہوئے صرف ایسی آیات کو بیان کیا جائے جن سے اپنا مطلب حل ہوتا ہو۔ اور اپنی مرضی کے خلاف آیات کو عمداً چھپا لیا جائے۔ احادیث میں ہے کہ یہودیوں کو یہ عادت تھی کہ وہ کتاب مقدس میں سے بعض حصے لے لیتے تھے اور بعض کو عمداً چھوڑ دیتے تھے۔ آجکل کے بے دین علماء بھی یہودیوں کے اس طرز عمل کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔ ان کی یہ بدنیتی اگر کسی کی گمراہی کا سبب بنتی ہے تو اس کا گناہ ان علماء کے سر ہے۔

حضور نے فرمایا، اس سوال کے تین بڑے حصے ہیں جنہیں میں ایک ایک کر کے تفصیل سے بیان کروں گا۔ سب سے پہلے تو یہ علم ہونا چاہئے کہ لفظ "بعد" کا کیا مطلب ہے اور سیاق کلام کے لحاظ سے اس کے کیا کیا معانی کئے جاسکتے ہیں۔

"بعد" کے ایک معنی "سوا" اور "غیر" کے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے "فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ" (سورۃ الجاثیہ :۷) پھر اسی سورۃ میں آگے چل کر فرمایا "فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ" (سورۃ الجاثیہ :۲۴)

ان آیات میں بعدِ اللہ سے کیا مراد ہے؟ کیا اللہ کا بعد ہو گیا۔ اور اب کوئی اللہ نہیں؟ ایسا ہرگز

نہیں۔ خدا کا بعد تو ہو ہی نہیں سکتا۔ صاف ظاہر ہے کہ لفظ "بعد" سوا کے معنوں میں ہے۔ مراد ہے کہ اللہ کے سوا۔ یعنی جو کچھ خدا تعالیٰ حکم دے رہا ہے اس پر ایمان لاؤ اور عمل کرو۔ اور اس کے سوا جو کچھ ہے وہ اس کی تعلیم نہیں اسے ردّ کر دو۔ اور دوسری آیت کا منطوق یہ ہے کہ کون ہے جو خدا کے سوا ہدایت دے سکے۔ تو یہاں لفظ "بعد" غیر اور سوا کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

دوسرا "بعد" زمانی ہے یعنی کسی کے مرنے کے بعد اور یہ وہ معنی ہے جو عام طور پر ہمارے مخالف علماء اختیار کرتے ہیں کہ کسی کے مرنے کے بعد جو وقوع ہو وہ بعدہ' ہے۔

تیسرے "بعد" کا لفظ عارضی غیر حاضری کے بعد کے معنوں میں بھی مستعمل ہے۔ کہ کوئی کسی جگہ کو عارضی وقت کے لئے چھوڑے اور اس کے اس جگہ کو چھوڑنے کے بعد اس عارضی وقت میں کوئی واقعہ ہو۔

گویا تین "بَعد" ہیں۔ ایک وہ بعد جس کا کسی کے مرنے کے بعد سے کوئی تعلق نہیں۔ جس کا مطلب سوائے یا علاوہ ہے۔ دوسرا "بعد" کسی کے مرنے کے بعد اور تیسرا "بعد" کسی کی زندگی ہی میں عارضی غیر حاضری ہے۔

اب میں ایسی احادیث پیش کرتا ہوں جن میں ان تینوں قسم کے "بعد" کا مفہوم بیان ہوا ہے۔ جب کسی کے مرنے کے "بعد" کی بات ہوتی ہے تو اس میں بھی دو قسم کے "بعد" ہیں۔ ایک محدود وقت کا بعد اور دوسرا غیر محدود عرصہ کا بعد جو قیامت تک بھی ممتدّ ہو سکتا ہے۔ اس پہلو سے اب ہم مختلف احادیث پر نظر کرتے ہیں۔

مخالف احمدیت علماء کی طرف سے ایک روایت پیش کی جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا "لاَ نَبِیَّ بَعْدِی" (ابوداؤد کتاب الفتن باب ذکر الفتن ودلائلھا) اور کہتے ہیں کہ اس میں لا نفی جنس استعمال ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی بھی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا۔

اگر یہی اصل معنی ہیں "لاَ نَبِیَّ بَعْدِی" کے جو کہ مخالف علماء کی طرف سے پیش کئے جاتے ہیں تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ خدا کا کوئی رسول یا نبی خواہ کسی بھی قسم یا درجہ کا ہو نہیں آسکتا۔ لیکن مشکل وہاں پڑتی ہے جہاں اس قسم کی اور احادیث خدا تعالیٰ کے ایک نبی کے آنے کی خبر دے رہی ہیں لیکن "بعد" کے یہ معانی اس کے ظہور کے مانع ہیں۔ ان احادیث میں آنحضرت ﷺ ایک مسیح یا عیسیٰ بن مریم کے آنے کی خبر دیتے ہیں۔ اور آپؐ یہ نہیں فرماتے کہ وہ نبی نہیں ہوگا، نہ ہی آپؐ یہ فرماتے ہیں کہ وہ نبی ہوگا کیونکہ پہلے بھی وہ نبی تھا۔ بلکہ آپؐ ان الفاظ میں خوشخبری دیتے ہیں کہ "لیسَ بَینِی وَ بَینَہ نَبِیٌّ" (ابوداؤد کتاب الملاحم باب خروج الدجال) ۔ مطلب یہ ہوا کہ لفظ "بعد" صاف صاف بتارہا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد مسیح ابن مریم کے آنے تک کے درمیانی وقت میں کوئی نبی نہیں ہوگا۔ تو گویا یہ "بعد" آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد سے لے کر عیسیٰ بن مریم کے ظہور تک کا عرصہ ہے۔

ایک اور روایت ہے جو "بعد" کے ان معانی کی مکمل تصدیق کر رہی ہے۔ تصدیق ان معنوں میں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی آنحضرت ﷺ کی طرف سے دی گئی خوشخبری کو ویسا ہی سمجھا جیسا کہ ہم سمجھتے ہیں۔

ایک موقعہ پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک شخص کو جو کہ گلی میں اونچی آواز میں یہ منادی کر رہا تھا کہ "لا نبی بعدہ"، "لا نبی بعدہ" ایسا اعلان کرنے سے سختی سے روکا کہ مبادا یہ بات لوگوں کے ذہنوں میں غلط فہمی پیدا کر دے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد اب قیامت تک کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آئے گا۔ آپؓ نے اس شخص کو مخاطب کر کے فرمایا:

قُولُوا اِنَّہ' خَاتَمُ الاَنْبِیَاءِ وَ لاَ تَقُولُوا لاَ نَبِیَّ بَعْدَہ' (الدر المنثور ازعلامہ سیوطی جلد ۵ صفحہ ۲۰۴۔ دارالمعرفۃ الطباعۃ النشر بیروت)

تم یہ تو کہو کہ آپؐ خاتم الانبیاء ہیں لیکن یہ مت کہو کہ لاَ نَبِیَّ بَعْدَہ' آپ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بے انتہا گہری فراست رکھتی تھیں۔ آپ کو یہ محسوس ہوا کہ اعلان کرنے والا اس حدیث سے یہ معنی لے رہا ہے کہ گویا آنحضرت ﷺ کے بعد اب کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔ اور یہ معنی آیت "خاتم النبیین" کے مخالف ہیں۔ اس لئے آپؓ نے اس شخص کو ایسا کہنے سے منع فرمایا اور صرف منع ہی نہیں فرمایا بلکہ خاتم النبیین کے اصل معنی بھی اسے بتادئے۔ اسی لئے آپؓ نے فرمایا کہ آپ کو خاتم الانبیاء تو کہو لیکن یہ مت کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

بزرگان سلف میں سے بعض نے اس روایت کو لیا اور قبول کیا اور اسے یہ کہہ کر ردّ نہیں کیا کہ یہ ضعیف ہے۔ ان سب نے اتفاق کیا کہ یہ ثقہ روایت ہے۔ اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ساری امت کے لئے معلّمہ تھیں۔ یہاں تک کہ اکثر محدثین (یقیناً غیر شیعہ) یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ ہم نے آدھا اسلام حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سیکھا۔

آنحضرت ﷺ کی باقی ازواج مطہرات امہات المومنین کا اپنا ایک مقام ہے لیکن اسلام کو سمجھنے، قرآن کریم اور احادیث کے مطالب اخذ کرنے اور سنّتِ رسولؐ بیان کرتے وقت حضرت عائشہؓ کے ساتھ ان کا کوئی مقابلہ نہیں۔ اور اس فضیلت کی بنا پر قدیم جیّد علماء دین نے آپؓ کو بہت عظمت کا مقام دیا۔ انہیں میں سے بعض کا خیال ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس بات کا ڈر تھا کہ جب مسیح موعود آئیں گے تو حدیث "لا نبیَّ بعدی" ان کی قبولیت کے آڑے آئے گی اور لوگ اس حدیث کے مفہوم کو نہ سمجھنے کی بنا پر آنے والے مسیح کا انکار کر دیں گے۔ کیونکہ اس مسیح نے بھی نبی ہونے کی حیثیت سے آنا ہے۔ یہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ ایسی بات

کہتیں جو احادیث اور قرآن کریم کی کسی تعلیم کے خلاف ہو۔

علماء سلف میں سے بعض نے اس بارہ میں زیادہ عقلمندانہ رائے دی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ "بعدہ" کا مطلب ہے کہ آپؐ کی نبوت کے مخالف، باہر سے کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور آیت خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی متابعت اور شریعت محمدیہ کے اندر رہتے ہوئے نبی پیدا ہو سکتا ہے۔ اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آیت خاتم النبیین کے وسیع معنی کو لیا اور صرف لا نبیَّ بَعدِی کہنے سے جو غلط فہمی پیدا ہو سکتی تھی اس سے بچانے کے لئے آپ نے فرمایا کہ :

قُولُوا اِنَّہٗ خَاتَمُ الاَنْبِیَاءِ وَ لاَ تَقُولُوا لاَ نَبِیَّ بَعْدَہٗ

لیکن اس کے ساتھ ہی حضرت عائشہؓ کو کامل یقین تھا کہ صرف آیت "خاتم النبیین" کے حوالہ سے لوگ مسیح موعود یا عیسیٰ ابن مریم کا انکار نہیں کریں گے۔ اگر صرف آیت "خاتم الانبیاء" کہو تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ آپ ﷺ کے بعد ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند ہو گیا۔ اس لئے تمہارا "خاتم النبیین" کہنا آنے والے عیسیٰ ابن مریم کے ماننے میں کچھ بھی روک نہیں بن سکتا۔ ہاں البتہ صرف "لا نبی بعدی" کا اعلان کرنا، آنے والے عیسیٰ بن مریم کی نبوت پر ایمان لانے میں روک پیدا کرے گا۔ اس طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ پرحکمت بیان آیت "خاتم النبیین" کو سمجھنے کے لئے راستہ بالکل صاف کر دیتا ہے اور اس آیت کے معنی واضح اور روشن ہو جاتے ہیں۔

دوسرے یہ بات قابل غور ہے کہ اگر حضرت عائشہؓ کے خیال میں لفظ "بعد" کا یہ مفہوم تھا کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد اب کسی قسم کا کوئی نبی نہیں تو پھر آنے والے مسیح کو بالکل قبول نہیں کیا جا سکتا تھا۔ پرانے بزرگ علماء بھی یہی کہتے ہیں کہ یقیناً حضرت عائشہؓ کے ذہن میں "بعد" کا یہ مطلب تھا کہ حضرت محمد ﷺ کی امت سے باہر کوئی نبی نہیں آ سکتا اور آیت خاتم النبیین بھی اسی مضمون پر حاوی ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ آخری شرعی نبی ہیں اور سب نبیوں سے خوب تر، اعلیٰ وارفع شان رکھنے والے ہیں اور اب ایسا کوئی نبی نہیں آ سکتا جو آپ کے تابع اور مطیع نہ ہو اور جو شریعت اسلامیہ، قرآن کریم اور سنت رسول سے باہر ہو۔

اگر "بعد" کا یہ معنی اختیار کیا جائے کہ آپ ﷺ کے مخالف اور امت محمدیہ سے باہر کوئی نبی نہیں آ سکتا تو پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان کی روشنی میں آیت خاتم النبیین کے یہ معنی ہونگے کہ آپ تمام نبیوں کے خاتم ہیں اس لحاظ سے کہ آئندہ کوئی نبی آپ کی متابعتِ اور شریعت سے باہر نہیں آئے گا۔ آپؐ مطلق نبوت کو بند نہیں فرما رہے تھے بلکہ یہ فرما رہے تھے کہ ایسا نبی نہیں آ سکتا جو میری شریعت کو منسوخ کرنے والا ہو۔ حضرت عائشہؓ جانتی تھیں کہ آنے والا مسیح چونکہ انہی شرائط کے ساتھ ظاہر ہو گا یعنی امت مسلمہ میں سے ہو گا اور آنحضرت ﷺ کی کامل پیروی کرے گا اس لئے آیت خاتم النبیین امتی نبی کی بعثت میں حائل نہیں ہو سکتی۔

یہاں ایک اور لطیف نکتہ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ پاکستان اور ہندوستان کے مخالفِ احمدیت علماء لفظ "بعد" پر بحث کرتے کرتے جب اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ انہیں سوائے راہِ فرار کے کوئی چارہ نظر نہیں آتا تو پھر وہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کی مثال بن کر آخری پتہ پھینکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھیں یہاں 'لا' نفی جنس کا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی قسم کا بھی کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بات مانتے ہوئے کہ مسیح ابن مریم آئے گا اور نبی ہو گا وہ خود ہی نبوت کا دروازہ بھی کھولتے ہیں۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ نبی نہیں ہو گا کیونکہ صحیح مسلم کی حدیث بتاتی ہے کہ وہ یقیناً نبی ہو گا اور ساتھ ہی یہ بنیادی اصول بھی مد نظر رہے کہ جب کسی شخص کو نبوت کا درجہ مل جاتا ہے تو پھر کبھی بھی اس سے نبی ہونے کا ٹائٹل واپس نہیں لیا جاتا۔ لہٰذا اس اصول کے تحت ہم کبھی بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ مسیح ابن مریم جب دوبارہ ظہور کریں گے تو نبی نہیں ہونگے۔

جب ان علماء سے اور کوئی جواب نہیں بن پڑتا تو پھر بچاؤ کی خاطر یہ داؤ لگاتے ہیں کہ " لا نبیَّ بَعدی" کا مطلب ہے آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں بنایا جائے گا۔ لیکن آپ ﷺ سے پہلے اگر کسی کو نبی بنایا گیا ہو تو وہ بے شک دوبارہ آ جا سکتا ہے۔ گویا وہ نبوت کا دروازہ کھولنا تو چاہتے ہیں لیکن خاتَم کے اندر نہیں بلکہ خاتَم کے اردگرد اور باہر باہر سے۔ اسے By passing کہتے ہیں جیسے شہروں کے باہر By pass بنائے جاتے ہیں کہ اگر شہر کے اندر سے نہیں جانا چاہتے تو پھر باہر باہر سے گزر جاؤ۔ تو کتنی خوبصورتی سے ان ملاؤں کی طرف سے بائی پاس (By pass) بنایا گیا ہے۔ ان سے کہا جاتا ہے کہ کچھ بھی ہو آخر وہ ہو گا تو نبی اور آئے گا بھی آنحضرت ﷺ کے بعد۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے اس مؤقف کو کلیۃً رد کر دیا ہے اور اس بائی پاس کو ہمیشہ کے لئے بند کر دیا ہے کیونکہ یہ بَعد مسیح ابن مریم کے آنے کے خلاف نہیں تھا تو آپؓ اسے بالکل بھی رد نہ فرماتیں۔ بلکہ یہ کہتیں کہ تم یہ نہ سمجھو کہ عیسیٰ بن مریم نہیں آ سکتا وہ تو پرانا اور آنحضرت ﷺ سے پہلے کا نبی ہے۔ اور "بعد" تو صرف کسی نئے نبی کے پیدا کئے جانے کی نفی کر رہا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت مؤثر اور مثبت دلیل ہے اور حجت تمام کرنے والی ہے۔ جب حضرت عائشہؓ کے اس بیان کی روشنی میں ملاں لوگوں کو اس طرح جواب دیا جاتا ہے تو پھر سوائے فرار کے ان کے پاس کوئی چارہ نہیں رہتا اور وہ ہتھیار پھینکنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

چلیں بفرض محال یہ مان بھی لیں کہ ان کے خیال کے مطابق حضرت عیسیٰؑ بائی پاس کر کے

باہر سے آجائیں گے تو کیا ایسی صورت میں وہ نبی ہونگے؟ یقیناً نبی ہونگے۔ پھر آخری نبی تو حضرت عیسیٰؑ ہوئے۔ کیونکہ اس کرۂ ارض پر بسنے والے انسان جس آخری نبی کی صورت دیکھیں گے وہ عیسیٰ ابن مریم ہونگے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب عیسیٰ ابن مریم آئیں گے تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی امت میں داخل ہو جائیں گے اور اسلام قبول کرلیں گے اور پھر صرف اور صرف اسلام کی تبلیغ واشاعت کریں گے۔ گویا حضرت عیسیٰؑ دو بنیادی شرائط کو پورا کریں گے۔ ایک یہ کہ وہ خدا تعالیٰ کی آخری شرعی کتاب کو مانیں گے اور سُنّتِ رسول پر عمل پیرا ہونگے کیونکہ قرآن کریم خدا تعالیٰ کی آخری شرعی کتاب ہے جو قیامت تک کے لئے لوگوں کی راہنمائی کے لئے اُتری۔ دوسرے یہ کہ حضرت عیسیٰؑ آنحضرت ﷺ کے تابع اور آپ کی اُمّت میں سے ہو جائیں گے۔

غیر احمدی علماء کہتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ یہ دو شرطیں پوری کرلیں گے تو پھر ان کے آنے سے ختم نبوت پر کوئی حرف نہیں آئے گا اور نبوت کی مہر نہیں ٹوٹے گی۔ یہی تو ہم بھی مانتے اور قبول کرتے ہیں اور اس کے ماننے بغیر اور کوئی چارہ نہیں۔ یہی تو ہمارا ایمان ہے کہ اب کوئی نبی قرآن کریم وسُنّتِ رسول کی پیروی سے باہر نہیں آسکتا۔ وہی نبی ہوگا جو آپ ﷺ کی کامل پیروی کرنے والا اور آپ کا مطیع ہوگا۔

اس طرح یہ علماء پرانے عیسیٰ بن مریمؑ کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ ان شرائط کو پورا کرے۔ اور پھر اسے باہر سے لاکر زبردستی آنحضرت ﷺ کی امت میں داخل کرتے ہیں۔ لیکن جو ان شرائط کو پورا کررہا ہے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی کامل پیروی میں اور آپ کے فیض سے نبوت کے مقام پر فائز کیا گیا ہے اسے یہ کہتے ہیں کہ تم نے ختم نبوت کی توہین کی ہے اور آنحضرتؐ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرکے بڑے جُرم کا ارتکاب کیا ہے اس لئے تم کافر ہو۔ گویا جب وہ خود چاہتے ہیں تو باہر سے ایک نبی کو اُمّتِ محمدیہ میں داخل کرکے بھی ان کے نزدیک ختم نبوت کی مہر نہیں ٹوٹتی بلکہ قائم دائم رہتی ہے۔

لیکن قرآن کریم کبھی بھی اجازت نہیں دیتا کہ ایسا ہو۔ وہ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق بار بار اس بات کا اعلان کررہا ہے کہ "رَسُوْلاً اِلٰی بَنِی اِسْرَائِیْل"۔ (آل عمران:۵۰)۔ "رَسُوْلاً اِلٰی بَنِی اِسْرَائِیْل" کہ وہ صرف بنی اسرائیل کا نبی تھا اور صرف تورات کی تعلیم دینے والا تھا تو پھر قرآن کہاں جائے گا؟

اگر آنے والا مسیح باہر سے آئے گا اور امام مہدی کے ذریعہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بیعت بھی کرلے گا اور امت محمدیہ میں داخل ہو جائے گا تو پھر ان آیات کا کیا ہوگا۔ اگر وہ کہے گا کہ میں قرآن کریم کی تعلیم دوں گا تو قرآن کہے گا کہ نہیں تم توراتؔ کی تعلیم دو۔ اور جب وہ یہ کہے گا کہ اے امت محمدیہ میں تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں تو وہ کہیں گے کہ ہم تمہاری بات مانیں یا قرآن کریم کی؟۔ قرآن یہ اعلان کررہا ہے کہ تم صرف بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہو۔ اس لئے تم بنی اسرائیل کی طرف جاؤ، یروشلم کی طرف جاؤ اور خبردار مکہ اور مدینہ میں داخل ہونے کی کوشش نہ کرنا۔ اب بتاؤ اس مشکل کا کیا حل نکالو گے۔

صرف دو ہی راستے ہیں۔ یا تو ایسے شخص کی مانیں جو آنحضرت ﷺ کی اُمّت میں پیدا ہوا، شریعت اسلامیہ، قرآن کریم اور آپ ﷺ کی ماتحتی اور محبت میں پلا بڑھا اور آخر کار مسیح ومہدی کا رتبہ پاکر تابع اُمّتی نبی کی حیثیت سے مبعوث ہوا۔

یا پھر پرانے نبی کو باہر سے لائیں اور زبردستی اسے اُمّتِ محمدیہ میں داخل کریں۔ لیکن یہ دونوں شرطیں پوری کرنے میں مشکل یہ درپیش ہوگی کہ خدا کا نبی کسی غیر نبی سے شریعت کا علم حاصل نہیں کرتا۔ ہر نبی شریعت کی تعلیم براہ راست خدا تعالیٰ سے حاصل کرتا ہے۔ گویا حضرت عیسیٰؑ کو اسلامی شریعت کا سارا علم خدا تعالیٰ سے سیکھنا ہوگا۔ مکمل قرآن کریم ان پر دوبارہ وحی کیا جائے گا کیونکہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی بھی کسی نبی کو دین کا علم نہیں دے سکتا۔

پھر یہ کہ قرآن کریم اور باہر سے آنے والے عیسیٰ بن مریم کے درمیان اختلاف ہمیشہ ہی مشکلات پیدا کرتا رہے گا اور کوئی بھی اسے حل نہیں کرسکے گا۔ جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ قرآن یہی کہتا رہے گا کہ عیسیٰؑ پر لازم ہے کہ وہ تورات کی تعلیم پر عمل کرے اور اس کی تشہیر کرے کیونکہ قرآن میں کہیں نہیں لکھا کہ مسیح لوگوں کو قرآن کی تعلیم دے گا۔ دوسری مشکل یہ رہے گی کہ قرآن کریم مستقل طور پر یہ اعلان کررہا ہوگا کہ "رَسُوْلاً اِلٰی بَنِی اِسْرَائِیْل" اس لحاظ سے عیسیٰؑ کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اُمّت کو مخاطب کرسکے۔ ایسی صورت میں جب قاری کے سامنے یہ دونوں مشکلات آئیں گی تو اس کی کیا حالت ہوگی۔ وہ تو اسی تذبذب میں ساری زندگی کاٹے گا کہ قرآن کی پیروی کرے یا عیسیٰؑ کی۔

اب میں لفظ "بعد" کے تیسرے معنی کو لیتا ہوں جس میں زندگی ہی میں وقتی عارضی غیر حاضری کے بَعد کا بیان ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ایک غزوہ کے موقع پر تشریف لے جاتے وقت حضرت علیؓ کو اپنے پیچھے مدینہ کا امام بنایا اور انہیں مخاطب کرکے فرمایا:

"انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی"۔(بخاری کتاب الفضائل . باب فضائل علی بن ابی طالب)

کہ اے علی تیرا اور میرا رشتہ تو اس وقت وہی بن گیا ہے جو موسیٰ اور ہارون کا تھا۔ جب موسیٰؑ چالیس دن کے لئے اپنے خدا سے خاص پیغام لینے گئے تھے تو انہوں نے ہارون کو اپنا قائم مقام بنایا تھا۔ پس میرا اور تمہارا تو وہی رشتہ ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ہارون نبی تھے لیکن میرے بعد جس عرصہ میں میں یہاں نہیں ہونگا تو نبی نہیں ہوگا۔

تو "بعد" کا ایک مطلب ہوا کسی کے مرنے کے بعد اور دوسرے معنی کسی کے عارضی بچھڑنے

کے بعد ایک خاص عرصہ تک جب تک وہ واپس نہیں آ جاتا۔ تو اس حدیث سے مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی زندگی میں اور کوئی نبی نہیں۔ اور اس پر سب کو اتفاق ہے۔

اب میں ان دو احادیث کو باری باری لیتا ہوں جو آپ نے شروع میں اپنے سوال میں پیش کی تھیں۔ ایک ہے " لَو کَانَ نَبِیٌّ بَعْدِی لَکَانَ عُمَرَ ابن الخَطَّاب"۔(ترمذی ابواب المناقب. باب مناقب عمر) اور دوسری حدیث اپنے بیٹے حضرت ابراہیم کی وفات پر آپ کا یہ فرمانا "لَوعَاشَ لَکَانَ صِدِیقاً نبیاً"۔(ابن ماجه کتاب الجنائز . باب ما جاء فی الصلوٰۃ علی ابن رسول اللّٰہ)۔

آپؐ نے ایک اور موقع پر حضرت عمرؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"لَوْ لَمْ اُبْعَثْ لَبُعِثْتَ یَاعُمَرُ".

(مرقاۃ ، شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۵۳۹)

اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو پھر اے عمر تو مبعوث کیا جاتا۔

پہلی حدیث میں آپؐ نے جو فرمایا" لو کان نبی بعدی لکان عمر"، دوسری حدیث اس کی تشریح و وضاحت کر رہی ہے کہ وہ "بعد" "سوا" کے معنوں میں آیا ہے کہ اگر میں رسول نہ بنایا گیا ہوتا اور میرے سوا کسی لور کو رسول بنایا جانا ہوتا تو وہ عمر ہوتا۔

آیت خاتم النبیین آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی اور اس کے معانی بھی آپؐ ہی سب سے زیادہ جانتے تھے۔ اور آپؐ ہی ہیں جنہوں نے فرمایا "لا نبی بعدی" اور "بعدی" کے معنی بھی آپ ہی سب سے بہتر جانتے تھے۔ آپؐ نے جہاں بھی یہ لفظ استعمال فرمایا اسی مفہوم میں فرمایا کہ آپؐ کے بعد اب کوئی ایسا نبی نہیں آئے گا جو قرآن و شریعت ، احادیث اور سنت نبوی اور آپ کی اطاعت سے باہر ہو۔ لیکن آپ کی متابعت و پیروی میں آپؐ کی امت میں سے جب خدا چاہے گا نبی مبعوث فرمائے گا۔

پرانے بزرگ علماء نے ان احادیث سے متعلق جو کچھ کہا ہے اب میں وہ پیش کرتا ہوں۔ تمام بزرگان سلف اس بات پر یقین کامل رکھتے ہیں کہ یہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا کہ آنحضرت ﷺ ایک موقع پر ایک بات ارشاد فرمائیں اور دوسرے مقام پر اس کے خلاف کوئی بیان دے دیں۔ آپ کے اقوال میں اختلاف کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

یہ جو روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بیٹے حضرت ابراہیمؓ کی وفات پر فرمایا کہ اگر زندہ رہتا تو صدیق نبی ہو جاتا۔ اس پر ہمارے مخالف علماء اس طرح رائے زنی کرتے ہیں کہ دیکھو آنحضرت ﷺ نے تو یہ فرمایا ہے کہ زندہ رہتا تو نبی ہو جاتا۔ مگر خدا نے اسے مار دیا اس لئے کہ نہ وہ زندہ رہے اور نہ وہ نبی بنے۔ یہ گویا اس کی حکمت بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ کلیۃً جھوٹ ہے۔ اس میں تو حکمت کی کوئی بات ہی نہیں۔ یہ تو رسول اللہ ﷺ کی فصاحت و بلاغت اور آپ کی حکمت و فراست پر ایک گندہ حملہ ہے۔ اگر ایسی ہی بات تھی تو پھر آنحضرت ﷺ کو یہ نہیں کہنا چاہئے تھا کہ اگر زندہ رہتا تو صدیق نبی ہو جاتا۔ بلکہ آپ یہ فرماتے کہ اگر یہ لڑکا زندہ بھی رہتا اور لمبی عمر پاتا تب بھی یہ نبی نہ بن سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "لانبیَّ بَعدی" میرے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں۔ آپؐ کے ذہن میں اگر اس حدیث کا یہ مفہوم ہوتا جو یہ علماء بیان کرتے ہیں تو آپؐ کبھی بھی وہ کچھ نہ فرماتے جو آپؐ نے فرمایا۔ اور صرف اس وجہ سے آپؐ کے بیٹے کو چھوٹی عمر میں خدا تعالیٰ کا وفات دینے کا کوئی جواز ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ ہو کیسے سکتا ہے کہ کوئی انسان زبردستی خدا تعالیٰ سے اس کی مرضی کے خلاف کوئی چیز چھین سکے۔ اگر نبوت اس رنگ میں ختم ہو چکی ہوتی جیسا کہ یہ علماء سمجھتے ہیں تو پھر بے شک آنحضرت ﷺ کے بیٹے لمبی عمر پاتے وہ ختم نبوت کے لئے کسی طور پر بھی خطرہ کا موجب نہیں بن سکتے تھے لور ایسی صورت میں یقیناً حضرت ابراہیمؓ خدا تعالیٰ کے عام بندے ہوتے۔

آنحضرت ﷺ اس دنیا میں سب انسانوں سے زیادہ علم و حکمت لور بصیرت رکھنے والے انسان تھے۔ وہ ایسی بات کہہ کیسے سکتے ہیں۔ آپؐ کی تمام باتیں 'اِنْ ھُوَاِلاَّ وَحیٌ یُوحیٰ' کے مصداق تھیں۔ گہری حکمت پر مبنی تھیں لور آپؐ کی باتوں کے حقیقی عرفان کا ادراک بھی بصیرت کا متقاضی ہے۔

بزرگان سلف نے اس مفہوم کو جو آجکل کے بے دین علماء ان احادیث سے اخذ کرتے ہیں سختی سے رد کیا ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی طرف ایسی گری ہوئی بات منسوب کرنے کا خیال بھی دل میں لایا جا سکے۔ ان بزرگان سلف نے بھی اس حدیث کی یہی تشریح فرمائی ہے کہ اس سے آنحضرتؐ کی مراد صرف یہی تھی کہ اب کوئی ایسا نبی مبعوث نہیں ہو سکتا جو قرآن و سنت، میری اطاعت اور میری اُمّت سے باہر ہو۔ لور اگر آپ کے بیٹے حضرت ابراہیم زندہ رہتے لور لمبی عمر پاتے تو بھی آپ کے تابع ہوتے اور آپ کی امت میں سے ہوتے۔ ایسی صورت میں ان کا نبی ہو جانا نہ تو "لا نبی بعدی" کے منافی ہوتا لور نہ ہی آیت خاتم النبیین کے خلاف ہوتا۔

یہ وہ تشریحات ہیں جو پہلے بزرگ علماء ان احادیث سے متعلق بیان کر چکے ہیں۔ لیکن جب ہم ان احادیث کی ویسی تشریح کرتے ہیں تو یہ علماء کہتے ہیں کہ تم خلاف اسلام لور خلاف شریعت بات کرتے ہو۔ کیا اسی کا نام عدل ہے؟ حضور نے فرمایا کہ یہ سوال اتنا دلچسپ تھا کہ وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا۔ اگلی نشست میں بھی ہم اس سوال کے بقیہ پہلوؤں پر گفتگو کریں گے۔ انشاءاللہ۔